ماہنامہ

ضیائے حدیث

لاہور

علمی | ادبی | تحقیقی | اصلاحی مجلہ

جلد:21 | شمارہ:12 | دسمبر 2012ء/ صفر 1434ھ

دارالسلام

DARUSSALAM

دارالسلام کی تحقیق کا آئینہ دار

چیف ایڈیٹر

عبدالمالک مجاہد

فلسطینی ملالہ مسلم دنیا سے اپنا حق مانگتی ہے

غزہ

آگ ہے اولاد ابراہیم ہے....

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمی • ادبی • تحقیقی • اصلاحی مجلہ

ماہنامہ

ضیائے حدیث

لاہور

چیف ایڈیٹر ——— عبدالمالک مجاہد

جلد:21 | شمارہ:12 | دسمبر 2012ء/صفر 1434ھ

بیاد مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ ○ بانی مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی رحمہ اللہ

وسعتِ دامان



احکام و مسائل 6

موسم سرما: مومنوں کا موسمِ بہار

حافظ شبیر صدیق



عالمی منظر نامہ 17

شام کا آتش فشاں اور اسرائیل کے خدشات

محمد انیس الرحمٰن



انٹرویو 25

16 دسمبر: سانحہ مشرقی پاکستان

جنرل حمید گل



عقائد 31

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے ہیں کہ ہمارے؟

محمد نعمان فاروقی

اداریہ	آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے!		4
احکام و مسائل	موسم سرما: مومنوں کا موسمِ بہار	حافظ شبیر صدیق	6
تزکیہ نفس	داعیانِ دین کے لیے ایک رہنما تحریر	چیف ایڈیٹر	10
فکر و نظر	ہماری موجودہ صورتِ حال	حافظ عبدالمتین راشد	12
عالمی منظر نامہ	شام کا آتش فشاں اور اسرائیل کے خدشات	محمد انیس الرحمٰن	17
تعلیم و تعلم	تعلیم میں بیرونی معاونت کے مضمرات	پروفیسر خورشید احمد	21
انٹرویو	16 دسمبر: سانحہ مشرقی پاکستان	جنرل حمید گل	25
عقائد	عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے ہیں کہ ہمارے؟	محمد نعمان فاروقی	31
دعاء و التجاء	جن اور شیاطین سے تحفظ	محمد اجمل بھٹی	33
مکتوبِ الریاض	غزہ فلسطین.....اصل مسئلہ کیا ہے؟	عبدالمالک مجاہد	38
پکار	غزہ کی جنگ کا روزنامچہ	ایک فلسطینی کے قلم سے	40
مکتوبِ امریکہ	امریکہ میں عیدالاضحیٰ کا مسئلہ	حافظ عبدالوحید سوہدروی	43
تحقیق مسائل	خفیہ نکاح کی شرعی حیثیت	عبداللہ ناصر رحمانی	47
تحقیق مسائل	مبارک ہو، مبارک ہو.....!	فضل اکبر کاشمیری	51
جدید فقہی مسائل	سود کی تباہ کاریاں	حافظ عبدالسمیع	53
لغت و ادب	انگریزی زبان، لسانی اور سماجی المیہ	اصغر علی صابر	58
عالم اسلام	لبنان: شرق اوسط کا ہیرا	محسن فارانی	61
گوشۂ خواتین	خواتین کا ذوقِ قرآن	طارق جاوید عارفی	66
معلومات	اخبارِ جہاں	نوید اسلام صدیقی	72
بیداری	15 فلسطینی "ملالائیں" اور 43 بچے.....	چیف ایڈیٹر	74

دیگر ممالک میں سالانہ زرتعاون: سعودی عرب 100 ریال، یورپی ممالک 30 یورو

قیمت فی شمارہ 35 روپے | سالانہ زرتعاون: عام ڈاک صرف -/400 روپے، رجسٹری ڈاک -/800 روپے

ایگزیکٹو ایڈیٹر حافظ عبدالوحید سوہدروی | ایڈیٹر محمد نعمان فاروقی

numanfaruqi@gmail.com

مجلس ادارت

مولانا ارشاد الحق اثری | پروفیسر محمد یحییٰ | حافظ عبدالستار حماد
حافظ صلاح الدین یوسف | حافظ مسعود عالم | مولانا محمد خالد سیف
مولانا محمد اقبال کیلانی | حافظ محمد شریف | ڈاکٹر حبیب الرحمٰن کیلانی
حافظ شبیر صدیق | حافظ محمد حق نواز | حافظ عثمان یوسف

مجلس مشاورت

چوہدری محمد یٰسین ظفر | ڈاکٹر محمد حماد لکھوی | انجینئر کاشف شہزاد باجوہ
حبیب الرحمٰن | محمد ایوب سپرا | ڈاکٹر محمد افتخار کھوکھر
مولانا محمد عبدالجبار | محمد طارق شاہد | حافظ مطیع الرسول | عکاشہ مجاہد

مجلس نظامت

حافظ عبدالعظیم اسد | ڈاکٹر امان اللہ بھٹی | پروفیسر محمود الحسن بزمی
قمر الحمید فیصل | ملک شوکت علی | عبدالغفار مجاہد
حبیب کبریا | شیخ ارشد علی | محمد اعظم یٰسین | نجم المجید

مجلس معاونت

طارق جاوید عارفی | تنویر احمد | عمار فاروق سعیدی | مختار احمد ضیا
حافظ محمد ندیم | حذیفہ نصیر گوندل | محمد یوسف سلفی | موسیٰ کلیم کریسی

آرٹ اینڈ ڈیزائن

محمد صفت الٰہی (آرٹ ڈائریکٹر) | ہارون الرشید (گرافک ڈیزائنر) | قانونی مشیر
خطاطی: اکرام الحق | کمپوزنگ: ابو صہیب | ملک نور محمد سرفراز

خط کتابت

دفتر ماہنامہ ضیائے حدیث دارالسلام، 36-لوئر مال، لاہور

A/C Title: Monthly Zia-e-Hadith

A/C No: 0038805201002063

M.C.B Bank Ltd.

Session Court Branch Lahore.

Br. Code. 1317

ضیائے حدیث اپنے نام جاری کروانے اور نہ پہنچنے کی صورت میں

+ 92 42 372 32 400
+ 92 300 70 71 823
+ 92 313 75 79 034
Fax: +92 42 373 54 072

ziaehadith1@yahoo.com

پرنٹر محمد ادریس فاروقی مقام اشاعت 399/E اندرون موچی دروازہ، لاہور

پرنٹر: انٹرنیشنل دارالسلام پرنٹنگ پریس، 36۔لوئر مال، لاہور

آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے!

غزہ میں آگ اور خون کا کھیل.....فریقین نے کیا کھویا کیا پایا؟

(ضیائے حدیث کا تجزیہ)

اسرائیلیوں نے نومبر 2012 میں جب اہل غزہ پر حملے اور مظالم شروع کیے تو انھوں نے راکٹوں اور میزائلوں کے ذریعے اسرائیلی زیادتیوں کا جواب دینا شروع کیا۔ اسرائیل نے اس کے جواب میں غزہ پر ہوائی حملے اور بمباری کی جس کے نتیجے میں فلسطینیوں کی فوج کے کمانڈر جناب احمد الجعبری رحمہ اللہ اپنے رفقاء کے ساتھ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد صورت حال دھماکہ خیز ہو گئی اور اس ظالمانہ جنگ کے نتیجے میں غزہ کے ایک سو ساٹھ سے زائد باشندے شہید کر دیے گئے۔ ایک ہزار سے زائد فلسطینی زخمی ہوئے اور بیسیوں رہائشی عمارتیں زمیں بوس ہو گئیں۔ بہت سے حکومتی ادارے بھی تباہ و برباد ہوئے جن میں غزہ میں فلسطینی کابینہ اور وزارت تعلیم کی بلڈنگ شامل ہیں۔ اب جب کہ جنگ بندی ہو چکی ہے اور ہر فریق یہ سمجھ رہا ہے کہ اس نے دشمن کے خلاف کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اگر ہم اس جنگ کا حقیقی تجزیہ کریں جو اسرائیل کی طرف سے شروع کی گئی تھی تو درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔ غزہ کے فلسطینیوں کو اس جنگ سے جو فوائد حاصل ہوئے وہ کچھ اس طرح سے ہیں:

1- انھوں نے اسرائیل پر کئی ایک میزائل فائر کیے۔ اسرائیلیوں نے انھیں روکنے کے لیے جوابی میزائل فائر کیے۔ مگر ہوا یہ کہ جب اسرائیلی میزائل فلسطینی میزائل سے ٹکراتا تو اسرائیلی میزائل کا آدھا حصہ فضا میں پھٹ جاتا اور باقی آدھا اسرائیل میں گر جاتا۔ 1991 میں جب صدام حسین نے اسرائیل پر سام میزائل پھینکے تھے اس کے بعد سے پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ اسرائیل میں خطرے کے الارم بجائے گئے۔ 21 برس کے عرصے میں پہلی بار ایسا ہوا کہ اسرائیلیوں کو فلسطینی میزائلوں سے بچنے کے لیے پناہ گاہوں میں چھپنا پڑا۔ بلا شبہ یہ جرأت مند مزاحمتی تحریک کا ایک بڑا کارنامہ تھا۔ اسرائیلیوں کی یہ عادت بن چکی تھی کہ وہ جب چاہتے بلا خوف وخطر فلسطینیوں پر چڑھ دوڑتے تھے مگر اس مرتبہ حماس کے میزائلوں نے اسے زبان حال سے بتلا دیا کہ اب صورت حال بدل چکی ہے اور اسرائیل کو ہر ظلم وعدوان کی قیمت چکانی پڑے گی۔

2- حالیہ جنگ کے بعد حماس کو عرب ممالک کی طرف سے وہ تائید وحمایت حاصل ہوئی ہے جو اس سے پہلے اسے کبھی نہ مل سکی تھی۔ اسرائیلی جارحیت کے فوراً بعد مصری صدر کی طرف سے بیان آیا: ہم اسرائیل کو غزہ کے فلسطینیوں کے ساتھ ماضی کی طرح زیادتیاں کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کے فورا بعد مصر سے اسرائیلی سفیر کو نکال دیا گیا۔ پھر محمد المرسی نے اپنے ملک کے وزیر اعظم ہشام قندیل کو غزہ بھیجا۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ مصری قوم اب ماضی کی طرح غزہ کے معاملے سے لاتعلق نہیں رہے گی۔ اسی طرح عرب وزرائے خارجہ نے بھی غزہ پر اسرائیلی جارحیت کا تفصیل سے جائزہ لیا۔ ان کے اجلاس کے دوران بعض شرکاء نے با آواز بلند اسرائیلی جارحیت کو روکنے اور اسرائیل کو لگام دینے کا مطالبہ کیا۔ انھوں نے اس سلسلے میں اقوام متحدہ کے پاس تحریری شکایت بھی کی۔ یہ صورت حال پہلے کی نسبت خاصی مختلف ہے۔ عرب ممالک کا یہ تائیدی موقف بظاہر غزہ کے حق میں ہے اور لگتا یوں ہے کہ اس جنگ نے مسلمان قوتوں اور طاقتوں کو آپس میں متحد کر دیا ہے۔ سعودی عرب کا موقف بھی فلسطینی عوام کے ساتھ ہے۔ یہاں مساجد میں ائمہ کرام نے اس موضوع پر خطبات دیے، اخبارات ہر روز جلی سرخیوں سے

اسرائیل کے مظالم کو پیش کرتے رہے۔ عام لوگوں کی بھرپور ہمدردیاں اپنے فلسطینی بھائیوں کے ساتھ ہیں۔ مساجد میں اور حرمین شریفین میں بطور خاص شہداء کی مغفرت اور زخمیوں کی صحت یابی کے لیے دعائیں مانگی گئیں۔

اسرائیل کو اس جنگ سے جو فوائد حاصل ہوئے ان کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے:

1- اگرچہ حماس کی طرف سے اسرائیل کے اندرونی علاقے میں میزائل پھینکے گئے جس سے یہودیوں کے دلوں میں رعب اور خوف پیدا ہوا اور انھیں پناہ گاہوں میں راتیں گزارنا پڑیں، لیکن ان میزائلوں کی وجہ سے دنیا کے سامنے اسرائیل کو مظلوم بننے کا موقع میسر آ گیا۔ اس جنگ سے نہ صرف اسرائیل بلکہ بشار الاسد کو بھی فائدہ ہوا۔ اسرائیل کو موقع مل گیا کہ وہ امریکہ کے سامنے اپنے میزائل شکن میزائلوں کی ناقص کارکردگی کا رونا رو سکے اور دنیا سے کہہ سکے کہ یہ میزائل ایسا خراب ہے کہ اس کا آدھا حصہ اپنی ہی آبادی پر گر جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں حماس کے میزائل ایسے عمدہ ہیں جو ہمارے میزائل کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔ ہمارے میزائل دو حصوں میں بٹ کر آدھے شہری آبادیوں کے قریب گر جاتے ہیں۔

تل ابیب، اسدود اور بئر السبع وغیرہ کے علاقے فلسطینی میزائلوں کی زد میں آئے ہیں جس کے نتیجے میں چار اسرائیلی ہلاک ہوئے۔ ان ہلاک شدگان میں ایک فوجی بھی شامل ہے۔ اسرائیل کا کہنا ہے کہ اگر ان گرنے والے میزائلوں میں سے کوئی ایک اس کی ایٹمی تنصیبات پر گر گیا تو نہ صرف اسرائیل بلکہ پورے علاقے کی سلامتی شدید خطرے میں پڑ جائے گی۔ اس طرح انھوں نے عالمی ہمدردیاں سمیٹنے کی کوشش کی۔

2- بنیامین نیتن یاہو اس جنگ کے ذریعے اسرائیلی عوام کو یہ باور کروانے میں کامیاب رہا کہ وہ فلسطینیوں کو غزہ وغیرہ میں جب چاہے نشانہ بنا سکتا ہے اور وہ بطور وزیر اعظم اسرائیلی عوام کو ایک ایسے تحفظ اور امن کی ضمانت فراہم کرتا ہے جس کی نظیر کوئی دوسرا اسرائیلی وزیر اعظم پیش نہیں کر سکتا۔ یہی وہ پیغام ہے جو اسرائیلی وزیر اعظم اس جنگ کے ذریعے اپنے عوام کو دینا چاہتا تھا۔ اس کا ایک سبب اسرائیل میں ہونے والے عام انتخابات بھی ہیں جن میں موجودہ حکومت ہر حالت میں کامیاب ہونا چاہتی ہے۔ حالیہ جنگ میں اسرائیلی وزیر اعظم نے اپنے عوام کی مزید ہمدردیاں حاصل کر لی ہیں۔

3- اسرائیل نے اپنے حالیہ اقدام کے ذریعے بشار الاسد کے نظام کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ وہ اس طرح کہ تمام دنیا کی نگاہیں بشار کے جرائم پر لگی ہوئی تھیں۔ جب اسرائیل نے غزہ پر حملہ کیا تو عالم عرب اور ساری دنیا کے میڈیا کی توجہ اس جنگ کی طرف مبذول ہو گئی اور بشار کو موقع مل گیا کہ وہ اپنے ملک کے لوگوں کو مزید قتل اور تباہی سے دو چار کر سکے۔

اس تجزیے کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ فلسطینی "ملالہ" امت مسلمہ کی مدد کی منتظر ہے اور عالم کفر اسرائیل کی حمایت میں عالمی قوانین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر لحاظ سے جارحانہ سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کون کس کی حمایت کرتا ہے اور کس کی مدد کس کے لیے سود مند ثابت ہوتی ہے۔

آگ ہے، اولادِ ابراہیم ہے، نمرود ہے!
کیا کسی کو پھر کسی کا امتحاں مقصود ہے؟



موسم سرما مومنوں کا موسم بہار

موسم سرما سے متعلقہ احکام ومسائل اور احتیاطی تدابیر

حافظ شبیر صدیق، ریسرچ فیلو دارالسلام

موسم خاصی حد تک سرد ہو چکا ہے۔ احادیث میں موسم سرما کو جہنم کا ایک سانس کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «إِشْتَكَتِ النَّارُ إِلَىٰ رَبِّهَا فَقَالَتْ: أَكَلَ بَعْضِي بَعْضًا فَأَذِنَ لَهَا بِنَفَسَيْنِ، نَفَسٍ فِي الشِّتَاءِ وَنَفَسٍ فِي الصَّيْفِ فَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ فِي الْحَرِّ وَأَشَدُّ مَا تَجِدُونَ مِنَ الزَّمْهَرِيرِ» ”آگ نے اپنے رب سے التجا کرتے ہوئے کہا: ”اے میرے رب! (شدت کی وجہ سے) میرا بعض حصہ بعض حصے کو کھا رہا ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو دو سانس لینے کی اجازت دی۔ ایک سانس سردی میں اور ایک سانس گرمی میں۔ موسم سرما میں سردی کی شدت اور موسم گرما میں گرمی کی جو شدت تم محسوس کرتے ہو یہ انھی سانسوں کی وجہ سے ہے۔“ (صحيح البخاري: 3260) دین اسلام ایک موسمی دین نہیں ہے بلکہ یہ اپنے ماننے والوں کی ہر موسم میں مکمل راہنمائی کرتا ہے۔ موسم کی تبدیلی کی وجہ سے انسانی زندگی میں جو تبدیلی رونما ہوتی ہے اس حوالے سے اسلام کی تعلیمات بہت واضح ہیں۔

سردیاں موسم بہار کیسے؟

موسم سرما کو مومنوں کا موسمِ بہار کہا جاتا ہے۔ اس لیے کہ موسم سرما میں دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہوتی ہیں۔ دن چھوٹے ہونے کی وجہ سے روزے رکھنا بہت آسان ہوتا ہے۔ راتیں لمبی ہونے کی وجہ سے رات کا کچھ حصہ قیام اللیل اور اپنے رب سے التجائیں کرنے کے لیے مختص کرنا موسم گرما کی نسبت آسان ہوتا ہے۔ خصوصاً ان خواتین و حضرات کے لیے یہ موسم بہت موزوں ہوتا ہے جو کسی عذرِ شرعی کی بنیاد پر رمضان المبارک کے مہینے میں روزہ نہیں رکھ سکے، وہ ان دنوں میں بہت آسانی سے روزہ رکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح ایام بیض، سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنا بھی نہایت آسان ہوتا ہے۔ اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں بیان فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”موسم سرما کے

روزے غنیمت ہیں۔'' (جامع الترمذي: 797 اسناده صحيح) ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ موسم سرما میں کھجور کے ساتھ روزہ افطار کرتے تھے اور موسم گرما میں پانی کے ساتھ۔ (سنن أبي داود: 696) گویا کہ موسم سرما کو جو مومنوں کا موسمِ بہار کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس موسم میں نیکیاں کمانے کے بہت زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے موسمِ سرما میں پت جھڑ کے موسم کو مسلمان کے گناہوں سے تشبیہ دی ہے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سردی کے موسم میں ایک دن باہر نکلے، اس وقت پت جھڑ کا موسم تھا۔ آپ ﷺ نے درخت کی ایک ٹہنی کو پکڑ کر ہلایا تو پتے جھڑنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوذر!'' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک مسلمان بندہ جب اللہ کی رضا کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اسی طرح جھڑ جاتے ہیں جس طرح یہ پتے جھڑ رہے ہیں۔''

(صحيح الترغيب والترهيب للألباني: 384)

موسم سرما میں اچھی طرح وضو کرنے سے خطائیں معاف ہوتی ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے پوچھا: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ» ''کیا میں تمھیں ایسی بات نہ بتاؤں کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف کرتا ہے اور درجات کو بلند کرتا ہے؟'' ہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! کیوں نہیں، ضرور بتائیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَإِنْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَذٰلِكُمُ الرِّبَاطُ» ''نہ چاہتے ہوئے بھی وضو مکمل کرنا، کثرت سے مسجد کی طرف چل کر جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، پس یہ رباط ہے۔''

(صحيح مسلم: 251)

حدیث میں مذکور الفاظ «إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ» کی وضاحت کرتے ہوئے محدثین نے لکھا ہے کہ سرد موسم میں گرم پانی میسر نہ ہونے کی صورت میں ٹھنڈے پانی سے مکمل اہتمام کے ساتھ وضو کرنا۔ گویا کہ ایسی صورت میں خطائیں معاف اور درجات بلند ہوتے ہیں۔

موسم سرما سے متعلقہ بعض احکام

ایک ہی وضو: موسم سرما میں شریعت نے اہل ایمان کو عبادات میں بہت ساری رخصتوں سے نوازا ہے۔ سخت سردی کے موسم میں خصوصاً جب بہت زیادہ دھند پڑتی ہو اور سورج بھی دن بھر دھند کی اوٹ میں رہتا ہو تو پانی کا استعمال بہت مشکل ہوتا ہے۔ ہر نماز کے لیے الگ سے وضو کرنا ''جوئے شیر لانے'' کے مترادف ہوتا ہے۔ شریعت نے اس حوالے سے یہ سہولت رکھی ہے کہ ایک ہی وضو اگر قائم رہے تو اس سے پانچ نمازیں ادا کی جا سکتی ہیں۔ اگرچہ یہ رخصت عام دنوں میں بھی ہے مگر ان دنوں خاص طور پر اہتمام کیا جاتا ہے۔

جرابوں یا موزوں پر مسح: موسم سرما میں تقریباً ہر شخص موزے یا جرابیں استعمال کرتا ہے۔ ہر نماز کے وقت جرابوں کو اتار کر وضو کرنے سے دقت پیش آتی ہے۔ شریعت نے اس حوالے سے کچھ رخصت دی ہے۔ آدمی اگر وضو کر کے جرابیں یا موزے پہن لے تو پانچوں نمازوں میں ان پر صرف مسح کر لے تو کفایت کر جائے گا۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: «أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ» ''رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا۔'' (سنن أبي داود: 159)

پگڑی پر مسح: سخت سردی میں وضو کرتے ہوئے پگڑی کے اتارنے میں بھی دقت کا سامنا ہوتا ہے۔ اس میں بھی شریعت نے یہ رخصت دی ہے کہ پگڑی پر مسح کر لیا جائے۔ عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: «رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَمْسَحُ عَلَى عِمَامَتِهِ» میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے پگڑی پر مسح کیا۔''

(صحيح البخاري: 205)

بعض اہل علم ایسی گرم ٹوپی کو بھی پگڑی کے حکم میں رکھتے ہیں جس کا اتارنا دشوار ہو۔ واللہ اعلم

فرض غسل میں رخصت: غسل کے حوالے سے بھی شریعت نے رخصت دے رکھی ہے۔ اگر کسی کو غسل کی حاجت ہو جائے، موسم سخت سرد اور پانی اس قدر ٹھنڈا ہو کہ اس کے استعمال سے موت واقع ہونے کا اندیشہ ہو اور گرم پانی کے حصول کی بھی کوئی صورت نہ ہو تو دینِ اسلام میں یہ رخصت رکھی گئی ہے

کہ وہ شخص غسل کے بجائے تیمّم کر لے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوۂ ذات السلاسل میں ایک سرد رات میں مجھے احتلام ہو گیا۔ سردی کی شدت کی وجہ سے مجھے یہ ڈر محسوس ہوا کہ اگر میں نے غسل کیا تو میری موت واقع ہو جائے گی۔ میں نے تیمّم کر کے ہی فجر کی نماز اپنے ساتھیوں کے ساتھ پڑھ لی تو انھوں نے اس بات کی خبر نبی ﷺ کو دے دی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ''اے عمرو! تو نے جنابت ہی کی حالت میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھ لی؟'' عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے جو اندیشہ تھا اس کے بارے میں نبی ﷺ کو بتایا اور میں نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ ''اور تم اپنے نفسوں کو قتل نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ سے بے حد مہربان ہے۔'' (النسآء 4: 29) پس رسول اللہ ﷺ مسکرائے اور کوئی بات نہیں کی۔ (سنن أبي داود: 334) گویا کہ اگر ایسی صورت حال ہو تو پھر شریعت کی طرف سے یہ رخصت ہے کہ تیمّم کر کے پاکیزگی حاصل کر لی جائے۔

انتہائی سرد موسم میں گھر میں نماز: موسم سرما میں نماز کے حوالے سے بھی شریعت نے کچھ رخصتیں دی ہیں۔ فرض نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی بہت تاکید آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میرا دل کرتا ہے کہ میں ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں نہیں آتے۔'' (صحيح البخاري: 644)

البتہ موسم سرما میں جب شدید قسم کی سردی ہو تو نماز گھر میں پڑھنے کی اجازت ہے۔ جب بہت زیادہ سردی ہوتی اور ٹھنڈی ہوا چل رہی ہوتی تو ابن عمر رضی اللہ عنہ اذان دینے کے بعد لوگوں کو کہتے تھے کہ اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھ لو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرتے کہ جب سرد رات ہوتی اور بارش ہو رہی ہوتی تو نبی ﷺ مؤذن کو حکم دیتے کہ وہ یہ اعلان کر دے: «اَلَا صَلُّوا فِي الرِّحَالِ» ''خبردار! اپنے گھروں ہی میں نماز پڑھ لو۔'' (صحيح البخاري: 666)

ارکان نماز کی ادائیگی میں سہولت: نماز میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کرنا رسول اللہ ﷺ کی ایک عظیم سنت ہے۔ موسم سرما میں عموماً ہر شخص نے چادر اوڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ اس صورت میں چادر سے ہاتھ باہر نکال کر رفع الیدین کرنا ضروری نہیں بلکہ اگر ہاتھ اندر رکھتے ہوئے ہی آسانی سے رفع الیدین ہو سکے تو اس کی اجازت ہے۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں سردی کے موسم میں نبی ﷺ کے پاس آیا، میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ چادروں کے اندر ہی سے رفع الیدین کر رہے تھے، یعنی ہاتھ باہر نہیں نکالتے تھے۔'' (سنن أبي داود: 729)

ریشہ و بلغم: نزلہ و زکام ایسی بیماری ہے کہ موسم سرما میں عموماً لوگ اس کا شکار رہتے ہیں۔ بعض اوقات یہ بیماری اس قدر شدت اختیار کر جاتی ہے کہ نماز ادا کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں شریعت نے اہل ایمان کے لیے آسانی کے پہلو کو مدنظر رکھا ہے۔ دورانِ نماز ہی آدمی ناک وغیرہ صاف کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر منہ سے بلغم آ رہی ہو تو تھوک سکتا ہے۔ البتہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ نے کچھ آداب سکھائے ہیں۔ ایک مرتبہ نبی ﷺ نے ناک سے نکالی ہوئی غلاظت کو مسجد میں پڑے ہوئے دیکھا۔ اس پر آپ ﷺ نے سخت ناراضی کا اظہار کیا اور خود اپنے ہاتھ سے اس کو صاف کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے، اس لیے کوئی بھی شخص قبلہ کی جانب نہ تھوکے۔ اگر کسی کو ناک صاف کرنے یا بلغم کی حاجت ہو تو وہ اپنی چادر یا رومال وغیرہ کے ایک پلو میں ناک صاف کر کے یا تھوک کر اس چادر یا رومال کے پلوؤں کو آپس میں ملا دے، یعنی اس کو مسجد میں نہ پھینکے۔'' (صحيح البخاري: 405)

رہن سہن میں شرعی تدابیر

شریعت نے جہاں عبادات میں موسم سرما سے متعلقہ امور میں رہنمائی فرمائی ہے وہیں معاملات میں بھی عظیم رہنمائیوں سے نوازا ہے۔ جن علاقوں میں گیس کی سہولت موجود ہے، وہاں موسم سرما میں کمرے کے درجۂ حرارت کو نارمل رکھنے کے لیے گیس ہیٹر استعمال کیے جاتے ہیں۔ عموماً دیکھا یہ گیا ہے کہ لوگ جب رات کو سوتے ہیں تو ہیٹر چلتا

رہنے دیتے ہیں۔ اخبارات میں اکثر یہ خبریں شائع ہوتی رہتی ہیں کہ فلاں جگہ رات کو ہیٹر چلتا رہنے کی وجہ سے گھر کو آگ لگ گئی۔ بعض اوقات تو یہ بھی ہوتا ہے کہ گھر کے افراد بھی اس آگ کی زد میں آ کر بالکل جھلس جاتے ہیں۔ البتہ آگ لگنے کی وجوہات مختلف ہوتی ہیں۔ کبھی ہیٹر میں سپلائی دینے والے پائپ سے گیس خارج ہونے کی وجہ سے اور کبھی ہیٹر پر کوئی کپڑا یا ایسی چیز گر جانے کی وجہ سے کہ جس سے آگ پھیلی اور پورے گھر کو لپیٹ میں لے لیا۔

بہر حال یہ اور اس طرح کی دیگر وجوہات کا بنیادی سبب وہی ہیٹر ہوتا ہے جو رات کو سوتے وقت بند نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح جن علاقوں میں گیس کی سہولت نہیں ہے وہاں کے مکین کمرے کو گرم رکھنے کے لیے کسی برتن میں کوئلے جلا کر رکھ دیتے ہیں۔ ہوتا یوں ہے کہ ان کوئلوں کی کوئی چنگاری کسی کپڑے پر جا گرتی ہے یا پھر کوئی کپڑا وغیرہ کوئلے کے اس برتن میں جا گرتا ہے اور تھوڑی سی ہوا ملنے سے اس سے آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ آگ پورے گھر کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ ایسے واقعات بھی سامنے آئے ہیں کہ مچھروں کو بھگانے کے لیے رات کو ''جلیبی'' جلا کر کسی اونچی جگہ پر رکھ دی گئی، ہوا یوں کہ ہوا سے وہ جلیبی بستر پر یا کسی اور کپڑے پر گری اور آگ کے شعلوں میں بدل گئی۔

بہر حال کوئی بھی چیز جو آگ سے چلتی ہے اس حوالے سے احتیاط ضروری ہے۔ آئے دن گھروں کو آگ لگنے کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ نے ہماری بہترین رہنمائی فرمائی ہے۔ گھر کو آگ لگنے کا ایک ایسا ہی واقعہ مدینہ طیبہ میں بھی پیش آیا تھا۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مدینہ میں رات کے وقت ایک گھر کو آگ لگ گئی جبکہ گھر والے بھی گھر میں سو رہے تھے۔ جب ان کے اس معاملے کی خبر رسول اللہ ﷺ کو دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ هٰذِهِ النَّارَ إِنَّمَا هِيَ عَدُوٌّ لَكُمْ فَإِذَا نِمْتُمْ فَأَطْفِئُوهَا عَنْكُمْ» ''یہ آگ تمھاری دشمن ہے۔ جب تم سونے لگو تو اس کو بجھا دیا کرو۔'' (صحيح البخاري: 6294) عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم رات کو سونے لگو تو آگ کو اپنے گھروں میں (جلتا ہوا) نہ چھوڑا کرو، یعنی اس کو بجھا دیا کرو۔'' (صحيح البخاري: 6293، و مستخرج أبي عوانة: 6592)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات کو اپنے چراغ وغیرہ بجھا کر سویا کرو، اس لیے کہ کبھی کوئی چوہیا اس کو کھینچ کر لے جاتی ہے اور پورے گھر کو آگ لگا دیتی ہے۔'' (صحيح البخاري: 6295)

موسم سرما میں ایک اور چیز بہت زیادہ دیکھنے کو ملتی ہے۔ عموماً کم عمر بچوں کو سردی سے محفوظ رکھنے کے لیے ان پر ایک چادر لپیٹ دی جاتی ہے۔ چادر کے دونوں پلوؤں کو پشت کی جانب گردن کے پاس باندھ دیا جاتا ہے۔ اس حالت میں بچے کے ہاتھ چادر میں قابو ہو جاتے اور صحیح طرح سے اپنے ہاتھوں کو استعمال میں نہیں لا سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کیفیت سے منع فرمایا ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: «نَهٰى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ» (صحيح البخاري: 367) شارحین نے حدیث میں مذکور الفاظ «اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ» کی ایک کیفیت یہی بیان کی ہے جو ہم نے اوپر ذکر کی ہے۔ مذکورہ حدیث کی روشنی میں بچوں کو اس طرح لپیٹنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

موسم سرما کے حوالے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک عجیب بات احادیث میں ملتی ہے۔ قارئین کی دلچسپی اور موضوع کی مناسبت سے ہم اس کو یہاں نقل کر رہے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ موسم سرما میں موسم گرما کے کپڑے اور موسم گرما میں موسم سرما کے کپڑے استعمال کرتے رہتے تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں کہ سخت سردی کے موسم میں بھی گرمی کے کپڑے پہنتے ہیں تو انھوں نے جواباً کہا: رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے یہ دعا فرمائی تھی: «أَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ عَنْهُ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ» ''اے اللہ! تو علی (رضی اللہ عنہ) سے گرمی اور سردی کو دور کر دے۔'' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: «فَمَا وَجَدتُّ حَرًّا وَلَا بَرْدًا بَعْدَ يَومَئِذٍ» ''اس دن کے بعد میں نے کبھی (سخت) گرمی یا (سخت) سردی محسوس نہیں کی۔''

(سنن ابن ماجه: 117، حسنه الألباني)

داعیانِ دین کے لیے ایک رہنما تحریر

چیف ایڈیٹر

معزز علمائے کرام، واعظین عظام اور مبلغین دین اسلام!

جو واقعہ آپ پڑھنے جا رہے ہیں اس کو کئی سال گزر چکے ہیں۔ لندن کی کسی مسجد میں نئے امام صاحب کا تقرر ہوا۔ لندن آنے سے پہلے وہ کسی دوسرے شہر میں مقیم تھے، جہاں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے تھے۔ ان کا گھر مسجد سے خاصے فاصلے پر تھا، اس لیے وہ مسجد آنے جانے کے لیے بس کا استعمال کرتے تھے۔ معمول یہ تھا کہ وہ مقررہ وقت پر گھر سے نکلتے، سیدھے بس اسٹینڈ پر پہنچتے۔ بس اپنے وقت پر آتی، وہ اس میں بیٹھ کر مسجد پہنچ جاتے۔ آہستہ آہستہ اس علاقے کے لوگ ہی نہیں بلکہ بسوں کے ڈرائیور بھی ان کو پہچاننے لگ گئے۔ وہ بس میں داخل ہوتے، ڈرائیور کو ٹکٹ کے پیسے ادا کرتے اور خاموشی سے پیچھے جا کر کسی خالی نشست پر بیٹھ جاتے۔

اس روز انھوں نے حسب معمول ڈرائیور کو ٹکٹ کے لیے ایک پاؤنڈ کا سکہ ادا کیا۔ ڈرائیور نے انھیں ٹکٹ اور بقایا ادا کر دیا۔ جب وہ اپنی نشست پر بیٹھے اور بقایا ریزگاری شمار کی تو انھوں نے نوٹ کیا کہ ڈرائیور نے انھیں 20 پنس زیادہ دے دیے ہیں۔ پہلے تو انھیں اعتبار نہ آیا پھر انھوں نے دوبارہ گنتی کی۔ انھوں نے دیکھا کہ واقعتاً 20 پنس زیادہ تھے۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ ڈرائیور نے غلطی سے انھیں 20 پنس زیادہ دے دیے ہیں۔ انھوں نے دل میں سوچا: مجھے چاہیے کہ یہ بیس پنس میں ڈرائیور کو واپس کر دوں۔

اسی دوران ایک اور خیال ان کے ذہن میں آیا کہ اس رقم کو بھول جاؤ۔ یہ بڑی معمولی سی رقم ہے۔ بھلا 20 پنس کو اس امیر ترین ملک میں بھی کوئی اہمیت دیتا ہے۔ یہ درست ہے کہ ڈرائیور سے غلطی ہوئی مگر یہ اتنی بھاری بھرکم تنخواہ لیتا ہے اس معمولی سی رقم سے اسے کیا فرق پڑتا ہے۔ رہی یہ ٹرانسپورٹ کمپنی، ارے! یہ تو لاکھوں کروڑوں کماتے ہیں اور اگر آج مجھے صبح صبح ڈرائیور کی طرف سے ایک معمولی سا تحفہ مل گیا ہے تو آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔ مجھے یہ 20 پنس واپس نہیں کرنا چاہییں۔

ان کا ذہن بدلتا رہا، کبھی خیال آتا کہ یہ پیسے مجھے لوٹا دینے چاہییں اور کبھی یہ خیال آتا کہ یہ بڑی ہی معمولی رقم ہے۔ انھی خیالات اور سوچوں میں وہ ڈوبے ہوئے تھے کہ ان کا بس سٹاپ آ گیا۔ ڈرائیور نے معمول کے مطابق بس روک دی۔ امام صاحب بس سے اترنے

سے پہلے ذرا رکے، جیب میں ہاتھ ڈالا اور ڈرائیور کو 20 پنس واپس کرتے ہوئے کہنے لگے: جناب! یہ آپ نے غلطی سے مجھے زیادہ دے دیے تھے۔

ڈرائیور نے 20 پنس شکریہ کے ساتھ وصول کیے اور مسکرا کر کہنے لگا: آپ اس علاقے کی مسجد کے نئے امام ہیں نا؟

امام صاحب نے اثبات میں جواب دیا تو ڈرائیور گویا ہوا: میں کتنے ہی دنوں سے آپ کی مسجد میں جانے کا اور آپ کے دین کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا سوچ رہا تھا۔ چونکہ آپ مسلمانوں کے مذہبی اور دینی رہنما ہیں، میں نے آپ کو آزمانے کے لیے جان بوجھ کر 20 پنس زیادہ دیے تھے۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ جس دین کو میں قبول کرنا چاہتا ہوں اس کے مذہبی رہنما کی امانت و دیانت کیسی ہے؟ امام صاحب نے سر کے اشارے سے اس کی بات کو سراہا اور چپ چاپ بس سے نیچے اتر گئے۔

امام صاحب بس سے اترے تو ان کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ ڈرائیور کی بات سن کر ان پر کپکپی طاری ہوگئی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ گرنے والے ہیں۔ انھوں نے آگے بڑھ کر ایک قریبی ستون کو تھام لیا۔ آسمان کی طرف منہ کیا۔ آنسو بے اختیار ان کی آنکھوں سے جاری تھے۔ پھر ہچکیاں لیتے ہوئے انھوں نے کہا: «يَا اللّٰهُ، يَا رَبِّي! هَلْ كُنْتُ أَبِيعُ دِينِي بِعِشْرِينَ بِنْسًا» ”یا اللہ، اے میرے رب! کیا میں اپنے دین کو محض 20 پنس کے عوض بیچ رہا تھا۔“

معزز علمائے کرام! حضرات دعاۃ اور مسلمان بھائیو! آپ نے اوپر والا واقعہ پڑھا۔ اس واقعے کے راوی میرے دوست محمد بن عبداللہ الفریح ہیں جنھوں نے اسے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں: اگر آپ دعوت کا کام کرنا چاہتے ہیں تو آپ دوسروں کے لیے مثال اور قدوہ بن جائیں۔ آپ کو صادق اور امین ہونا چاہیے۔

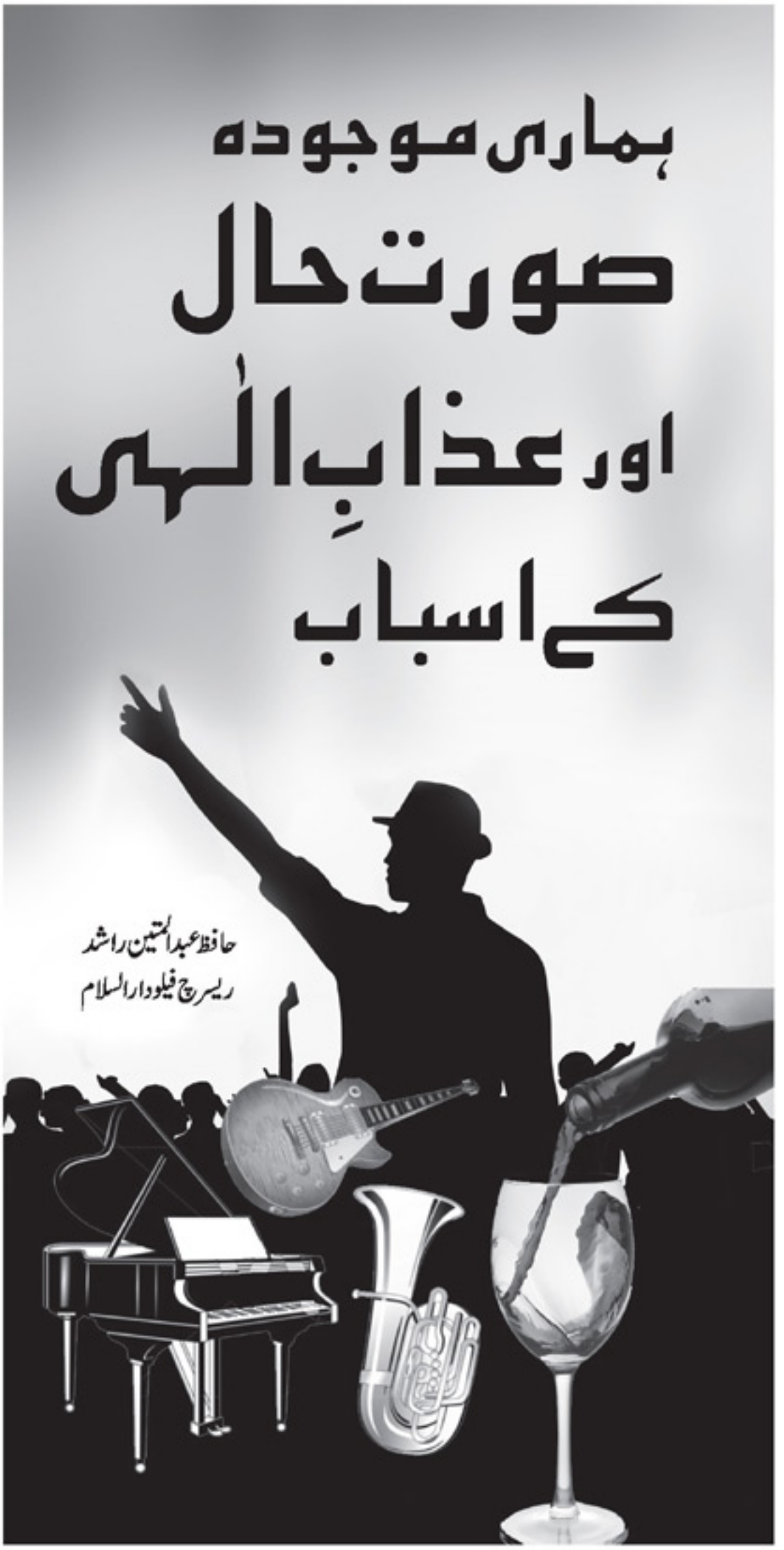
«فَلا تَدْرِي مَنْ يُرَاقِبُكَ وَ يَحْكُمُ عَلَيْكَ» ”آپ کو کیا معلوم کہ کون کون آپ کی نگرانی کر رہا ہے۔ آپ کو آزما رہا ہے اور آپ کے بارے میں حکم لگا رہا ہے۔“ انھوں نے اس کے بعد ایک اور جملے کا اضافہ کیا ہے۔ وہ بھی نہایت قابلِ غور ہے:

عزیزو! کیوں نہ ہم اپنی زندگی میں کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے اچھی طرح سوچ بچار کر لیا کریں کہ کہیں ایک معمولی سی غلطی ہماری دنیا اور دین کو تباہی سے دوچار تو نہیں کر دے گی۔

میرے پیارے عزیزو! یاد رکھیے! خیانت پہلے پہل ایک سوئی سے شروع ہوتی ہے اور پھر لاکھوں کروڑوں تک جا پہنچتی ہے، حتی کہ یہ آدمی کی دنیا بھی تباہ کر دیتی ہے اور اس کے دین کا بھی خاتمہ کر دیتی ہے۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ امانت ایک ایسی ذمہ داری ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا مگر وہ سب ڈر گئے اور معذرت کر لی، لیکن انسان نے آگے بڑھ کر اس عظیم ذمہ داری کو اپنے نازک کندھوں پر اٹھا لیا، حالانکہ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ کتنی بڑی جسارت ہے۔ اب اللہ کی توفیق کے بعد انسان کا پہاڑوں سے مضبوط عزم و ارادہ شامل حال ہو جبھی اس ذمہ داری کی ادائیگی ممکن ہے۔



ہماری موجودہ صورت حال اور عذابِ الٰہی کے اسباب



حافظ عبدالمتین راشد
ریسرچ فیلو دارالسلام

انبیاء کے لیے نصرتِ الٰہی کا نزول

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ الکریم اما بعد! اعوذ باللّٰہِ من الشیطان الرجیم ﴿وَ قَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِرُسُلِھِمْ لَنُخْرِجَنَّکُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا فَاَوْحٰٓی اِلَیْھِمْ رَبُّھُمْ لَنُھْلِکَنَّ الظّٰلِمِیْنَ﴾ ''اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا: ہم تمھیں اپنی زمین سے ضرور نکال دیں گے یا تم ضرور بالضرور ہمارے دین میں لوٹ آؤ گے، چنانچہ ان کے رب نے ان کی طرف وحی کی کہ ہم ظالموں کو ضرور ہلاک کردیں گے۔'' (ابراھیم 14:13)

اور فرمایا: ''درحقیقت ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے ان بندوں کے لیے صادر ہو چکا ہے، جو رسول ہیں، کہ یقیناً انھی کی مدد کی جائے گی۔ اور بلاشبہ ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔''
(الصافات 37 171 173)

ایک اور مقام پر فرمایا: ''اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آئیں گے، بے شک اللہ قوی، بڑا زبردست ہے۔''
(المجادلة 58 21)

ان آیات کی روشنی میں اگر بغور جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق کو اپنے خالق کی بات ماننی ہی پڑے گی۔ اگر مخلوق اپنے خالق کی بات نہیں مانے گی تو دوسرے لفظوں میں وہ اپنے خالق سے مقابلے پر تل گئی ہے۔ اور یہ مقابلہ کرنے کی صلاحیت و طاقت سے عاری ہونے کے باوجود غرور میں مبتلا ہے۔ جبکہ تکبر و غرور اللہ تعالیٰ کو بالکل ہی ناپسند ہے جس کی وجہ سے وہ انسان کو پہلے تو ڈھیل دیتا ہے جب



حد سے گزر جاتا ہے تو پھر وہاں سے اس کو پکڑتا ہے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

امم سابقہ کی تباہی کے اسباب

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سابقہ امتوں کی تباہی کے اسباب ہماری راہ نمائی کے لیے قرآن مجید میں بیان کر دیے ہیں۔ قرآن مجید میں پیش کردہ اسباب جو واقعات کے ضمن میں موجود ہیں۔ ان اسباب میں سے ایک سبب یقیناً اپنے اپنے رسولوں اور نبیوں کی مخالفت اور نافرمانی ہے۔

آج بھی رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کو ٹھکرانے والا عذاب الٰہی کا شکار ہوسکتا ہے۔ جب انبیاء ورسل کی نافرمانی عذاب الٰہی کا سبب بن سکتی ہے تو انبیاء و رسل کی توہین تو بالاولیٰ عذاب الٰہی کا سبب بنے گی۔ بلکہ توہینِ انبیاء تو ''آ بیل مجھے مار'' کے مترادف ہے۔

اسی طرح عذاب الٰہی کے چند اسباب آیات قرآنیہ میں بھی بیان کیے گئے: ''رسول اکرم ﷺ کو جو لوگ تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (التوبۃ 9:61) ''اور ہماری آیتوں کو نیچا دکھانے کی جنھوں نے کوشش کی ان لوگوں کے لیے بدترین قسم کا دردناک عذاب ہے۔'' (سبا 34:12) ''ان میں سے جو بھی ہمارے حکم سے سرتابی کرے گا ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔'' (سبا 34:12) ''کافروں کو تو میں دنیا اور آخرت میں سخت تر عذاب دوں گا اوران کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔'' (آل عمران 3: 56) ''کفر کو ایمان کے بدلے خریدنے والے اللہ تعالیٰ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور انھی کے لیے المناک عذاب ہے۔'' (آل عمران 3: 177) ''یقیناً بڑے عذاب سے پہلے ہم انھیں بعض چھوٹے چھوٹے عذاب چکھائیں گے تاکہ وہ (کفر وشرک اور معصیت سے) باز آ جائیں۔'' (السجدۃ 32:21)

ہم اور ہمارے اعمال

موجودہ زمانے میں بھی لوگوں کے اعمال اتنے اچھے نہیں کہ وہ عذاب الٰہی سے بے خوف ہو جائیں۔ وہ کون سی برائی ہے جو سابقہ امتوں میں پائی جاتی تھی لیکن ہمارے اندر نہیں۔ اگر غور کریں تو ہمارا پورا وجود ہی برائیوں اور نافرمانیوں میں گھرا ہوا ہے۔ شرک، زنا، شراب نوشی، جوا، چوری، ناپ تول میں کمی وبیشی، جھوٹ بولنا، دھوکا فراڈ، سود کھانا، چغل خوری اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم اپنے من کی بات کو اللہ و رسول کے احکامات کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہیں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے۔ بلکہ ہم نے فرماں برداری کی بجائے اسلامی تعلیمات کو ہی طعن وتشنیع کا نشانہ بنا ڈالا ہے۔ اگر بغور جائزہ لیں تو ہم برائیوں اور نافرمانیوں میں اس قدر غرق ہو چکے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کی نافرمانیاں تو بہت ہی کم لگتی ہیں جن کی بدولت وہ عذابِ الٰہی کا شکار ہوئے تھے۔

یہود کی خباثتوں اور شرارتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''یہود میں سے کچھ لوگ الفاظ کو ان کے موقع محل سے پھیر دیتے ہیں اور پھر اپنی زبانوں کو توڑ موڑ کر سچے دین کے خلاف طعنہ زنی کرتے ہوئے (نبی ﷺ سے) کہتے ہیں: ''ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی'' اور کہتے ہیں: ''سنو! اگر چہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمھیں کچھ سنایا جائے۔'' اور آپ سے مخاطب ہوکر کہتے ہیں: رَاعِنَا ''اے ہمارے چرواہے!'' اور بے شک اگر وہ کہتے: ''ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، اور ہماری بات سنیے اور ہماری طرف نظر کیجیے۔'' تو ان کے لیے بہتر اور نہایت مناسب ہوتا، لیکن اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کی، چنانچہ وہ سوائے چند لوگوں کے ایمان نہیں لائے۔'' (النسآء 4: 46) ایک مقام پر فرمایا: ''اے لوگو جنھیں کتاب دی گئی! اس (قرآن) پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا، وہ اس کی تصدیق کرنے والا ہے جو تمھارے پاس ہے، (تم ایمان لاؤ) اس سے پہلے کہ ہم چہرے بگاڑ دیں اور انھیں پیچھے کی طرف پھیر دیں یا ان پر اسی طرح لعنت بھیجیں جس طرح ہم نے سبت (ہفتہ کے دن) والوں پر لعنت بھیجی تھی، اور (یاد رکھو!) اللہ کا حکم اٹل ہے۔'' (النسآء 4: 47)، یعنی دین میں طعنہ زنی کرنا، دینی تعلیمات کا مذاق اڑانا اور لوگوں کو دین سے متنفر کرنے کا کوئی بھی طریقہ اپنانا اتنا بڑا جرم ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے سخت وعید نازل فرمائی ہے۔

اس ضمن میں اب ذرا غور فرمائیں کہ عالمی ایوارڈ یافتہ ''ملالہ'' کی ڈائری سے لیے گئے چند بیانات ملالہ کے مسلمان ہونے کے ترجمان ہیں یا اسلام دشمنی کا منہ بولتا ثبوت ہیں؟ ملالہ کا بیان ہے: ''اوباما میرے آئیڈیل ہیں، برقع پتھر کے دور کی نشانی ہے اور داڑھی والے کو دیکھ کر



فرعون یاد آتا ہے۔'' یہ دین میں طعنہ زنی نہیں تو اور کیا ہے؟ یہ بھی یہود ہی کی خباثت ہے۔

دینی شعائر کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنانا کیا کسی مسلمان کا کام ہو سکتا ہے۔ پورا میڈیا اور حکومتی مشینری یہود کے ایجنٹ کا کردار ادا کر رہی ہے، یعنی خود ہی اس عورت پر حملہ کرواتے ہیں، خود ہی کوریج کے لیے فوراً پہنچ جاتے ہیں اور اس حملے کو اتنا اچھالتے ہیں کہ گویا دنیا میں آج تک کسی عورت پر حملہ ہوا ہی نہیں۔ یہ ساری باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ ایک سوچی سمجھی سازش اور منصوبے کے تحت کام ہوا ہے تاکہ شمالی وزیرستان میں آپریشن کے لیے راہ ہموار کی جا سکے اور حرمت رسول کے تقدس کے لیے ابھرنے والے لوگوں کے جذبات کو ٹھنڈا کیا جا سکے۔ ایک تیر دو شکار کے تحت یہ کام ہوا ہے۔

عذابِ الٰہی کے من جملہ اسباب میں سے ایک سبب ''عورت کا فتنہ'' بھی ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: «فَاتَّقُوا الدُّنيَا واتَّقُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةِ بَنِي إِسْرَائِيلَ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ» ''دنیا اور مال و دولت کے فتنے کے علاوہ عورتوں کے فتنہ سے بھی بچو کیونکہ بنی اسرائیل کا سب سے پہلا فتنہ عورت ہی سے شروع ہوا تھا۔'' (صحيح مسلم: 2742) اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''مجھے اپنی امت کے بارے میں کسی بھی فتنے میں پڑنے کا اتنا خوف نہیں جتنا کہ عورت اور شراب کے فتنے میں پڑنے کا خوف ہے۔'' (امالی للمحاملی، ص:149,148) یہ الفاظ دیگر بالمعنی روایات سے مؤید ہیں۔

موجودہ دور میں عذاب الٰہی کی مختلف صورتیں اور اسباب

متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے شکلوں میں بگاڑ آئے گا، لوگ دھنسائے جائیں گے، اور ان پر سنگ باری ہو گی، یہ سارے عذاب میری امت پر آنے والے ہیں۔'' (جامع الترمذي: 2185، والسلسلة الصحيحة: 1787)

یہ سب امت محمدیہ کے وہ عذاب ہیں جن کے اسباب ہم پیدا کر چکے ہیں۔ فکر کیجیے اور نجات کا راستہ متعین کیجیے۔ سعادت کی راہ پر گامزن ہو جائیے۔

- اگر پتھر گرائے جانے کا انتظار ہے تو تمہید بندھ چکی ہے۔ مچلنے والی روشن خیال لڑکیوں کا تماشا دیکھ لیجیے۔ ان کے حالات بتا رہے ہیں کہ اب شاید پتھر گرائے جانے کا وقت قریب آ چکا ہے۔

تجارتی نمائشوں میں، فیس بک، ٹوئٹر اور دیگر اشتہاروں اور اخبارات کی زینت بننے والی لڑکیاں شیطانی کھیل، کھیل رہی ہیں۔ بازاروں میں پھرنے والی وہ عورتیں جو برہنہ لباس پہن کر، خوشبو لگا کر مردوں کی مجالس میں شریک ہوتی ہیں۔ یہ سب عذاب الٰہی کو دعوت دے رہی ہیں۔ فرمانِ رسول کے مطابق ایسی عورتیں جو لوگوں کو اپنی طرف راغب کرتی ہیں، خود ان کی طرف مائل ہو جاتی ہیں وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکیں گی۔

(صحيح مسلم: 2128)

- شراب پینا اور جوا کھیلنا حرام ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''اے نبی! یہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، کہہ دیجیے: ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے۔'' (البقرة 219:2) ''اے ایمان والو! حقیقت یہی ہے کہ شراب، جوا، تھان اور فال نکالنے کے پانسے کے تیر یہ سب گندی باتیں اور شیطانی کام ہیں۔ ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمھارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کرا دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے، سو اب بھی باز آ جاؤ۔'' (المآئدة 91-90:5) حرمت کے اس واضح حکم کے باوجود بہت سے مسلمان اب بھی اس بیماری میں مبتلا ہیں۔ ہزاروں غیر ملکی دوروں پر نکلنے والوں سے پوچھیے! کتنی بار شراب کے جام نوش کر چکے ہو؟ وہ آپ کو ایسے فخر سے بتائیں گے جیسے یہاں کوئی شرم کا موقع ہی نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا: ''میری امت سے ایک جماعت شراب کو حلال کرے گی، وہ اس کا نام بدل کر رکھیں گے۔''

(صحيح البخاري: 5590)

امام بخاری کی مذکورہ تعلیق کو ابن حبان نے موصولاً بیان کیا ہے جسے علامہ البانی نے صحیح کہا ہے۔

حدیث نبوی ہے: ''میری امت سے کئی گروہ زنا، ریشم، شراب اور آلات موسیقی کو حلال ٹھہرائیں گے۔ (ان میں سے) ایک قوم (عیش پرستی میں) اونچے پہاڑ کے دامن میں جا کر ٹھہرے گی۔ ان پر (چرواہا چرنے والے



جانور شام کو لاتا ہو گا، تو دودھ پانے والوں سے) ایک حاجت مند آئے گا۔ وہ کہیں گے: کل آنا۔ تو اسی رات اللہ ان پر وہ پہاڑ گرا دے گا (جس سے وہ اپنی معصیت گاہ کے نیچے دب جائیں گے۔ جیسے 2005ء کے زلزلے میں اسلام آباد کی مارگلہ ہلز کے شواہد آپ کے سامنے ہیں) اور باقی ماندہ (جو دبنے سے بچ جائیں گے ان) کی شکلیں بدل دے گا۔ کچھ کو بندر اور کچھ کو سؤر بنا دے گا اور وہ قیامت تک اسی حالت میں رہیں گے۔''

(السلسلة الصحيحة:91)

بعض شارحین نے کہا: ہوسکتا ہے کہ ان کے کرتوت بندر اور خنزیر جیسے ہوں۔ اس پر شیخ البانی کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ دونوں کے جمع کو مان لینا درست ہے لیکن سابقہ یہود کے مسخ کو تسلیم نہ کرتے ہوئے قرآن وحدیث کے ظاہر کے خلاف عقیدہ رکھنا جو ایمان بالغیب میں کمزوری پیدا کروائے، قابل تسلیم نہیں۔

لیکن بطور خاص اس حدیث میں ایک قرینے کی وجہ سے معنوی مسخ، یعنی سوچ، فکر اور عقل کے بدل جانے پر محمول کرنے کی گنجائش موجود ہے کیونکہ آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا: «اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ» ''قیامت تک مسخ شدہ رہیں گے۔'' یہ دلالت کرتا ہے کہ اس سے مراد ان کا کردار و اخلاق کے اعتبار سے بدلنا ہے کیونکہ دوسری طرف آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''مسخ شدہ قوم کی نسل آباد نہیں رہتی۔'' (صحیح مسلم: 2663) اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر کے مطابق کھائے پیے بغیر صرف تین دن تک زندہ رہتے ہیں۔ (ابن کثیر) مثلاً خسف سے بچ جانے والے اخلاقی لحاظ سے خنزیر اور بندر کے خاصہ میں آ جائیں گے جیسے سؤر اپنی مادہ پر غیرت نہیں کھاتا۔ اور بعض نے اس کی وضاحت کی ہے کہ سؤر کا گوشت کھانے کی وجہ سے اس بے غیرتی کا اثر یہود میں موجود ہے۔ اسی طرح بندر کا خاصا ہے کہ وہ مفضوح العورۃ (جس کی شرم گاہ بے پردہ رہتی) ہے۔ اس طرح کے اثرات مسلمانوں میں منتقل ہونے کا اندیشہ بڑھ گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

اس کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں؟ ایک روایت میں یہ پوچھا گیا کہ یہ کب ہوگا؟ فرمایا: «اِذَا ظَهَرَتِ الْقِيَانُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُورُ» ''جب ناچ گانے والیاں ظاہر ہوں گی، جب ہارمونیم اور ڈھول تھاپنے کے آلات استعمال ہوں گے اور شرابوں کے قحبہ خانے کھلیں گے۔'' (جامع الترمذي: 2212)

اب یہ تینوں علامتیں پوری طرح واضح موجود ہیں:

- معازف، یعنی موسیقی کے آلات کا رواج کثرت سے بڑھ رہا ہے۔ چند دن پہلے کی خبر تھی کہ انڈیا کے نظام تعلیم میں فحش گانوں پر رقص کروانے کا رواج عام ہو گیا ہے۔ اور چند سال پہلے پاکستان کے بعض سکولوں میں بھی موسیقی کی تعلیم شروع کروائی گئی تھی۔

9/11 کے بعد کمیشن کی رپورٹ اور دیگر مغربی تحقیقی اداروں کی متعدد رپورٹوں میں واشگاف الفاظ میں پاکستان کے نظام تعلیم کو بنیاد پرستی کا منبع قرار دے کر اس میں اساسی تبدیلیوں کا مطالبہ کیا گیا ہے۔

(روزنامہ ''جنگ'' 7 مئی 2006ء شاہراہ تعلیم)

رچرڈ باؤچر جنوبی ایشیائی امور کے لیے امریکہ کے نائب وزیر خارجہ ہیں، انھوں نے بھارتی جریدے ڈیلی ''نیوز'' کو انٹرویو دیتے ہوئے بتایا کہ امریکہ نے صرف ایک سال میں پاکستان کے تعلیمی سیکٹر پر ایک سو ملین ڈالر، یعنی چھ سو کروڑ روپے کے لگ بھگ سرمایہ کاری کی ہے۔ اور ساتھ ہی انھوں نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان کو ایک اعتدال پسند، روشن خیال اور جمہوری ملک بنانا چاہیے۔

وہ حدیث جس میں بنی اسرائیل کے واقعات میں ایک ناٹی فاسق عورت کا ذکر ملتا ہے۔

اس نے دو قد آور لڑکیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے لکڑی کے اونچے جوتے تیار کروائے جنھیں پہن کر میکنگ شو پر نکل آتی تھی اور جب سرداروں کے پاس سے گزرتی تو ہاتھ کی سنہری انگوٹھی یا ڈبیا سے کستوری کا ڈھکن کھول دیتی (تاکہ مشک پھیلنے پر اسے دیکھا جائے)۔

اس موقع پر شیخ البانی نے رائج الوقت اونچی ایڑھی والی جوتیوں کی اختراع کو یہود کی طرف سے ہونے کا امکان ظاہر کیا ہے۔

(السلسلة الصحيحة: 486)

اس کا مظاہرہ موجودہ دور میں بڑھ رہا ہے۔ اخباروں میں گوشہ خواتین یا فیشن ویک کے نام پر نمائش کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ فیس بک اور ٹوئٹر میں نت نئے فیشن کا دلفریب اور پرکشش شو میکنگ کا رواج بڑھ رہا ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق: ''ایسی مائلات اور ممیلات اگر توبہ کیے بغیر مر جائیں تو جنت کی خوشبو نہ پائیں گی۔'' (صحیح مسلم: 2128)

حرمت رسول کی پامالی کے بعد

ممکن ہے ان علامتوں کا ایک مخفی تعلق حرمت



رسول ﷺ سے بھی ہو کیونکہ طعنہ دین پر صورتوں کے بگڑنے اور لعنت وغیرہ کی وعید کا ذکر ہے جس کی تفسیر میں امام قتادہ ''مسخ'' کا ذکر بھی کرتے ہیں، خصوصاً اگلے لفظ ﴿اَوْنَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ﴾ میں ان پر بھی ایسی ہی لعنت کا ذکر ہے جیسا کہ اصحاب السبت پر لعنت کی گئی تھی۔ اور ﴿فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خَاسِئِيْنَ﴾ (البقرة 2: 47) میں ان کے بندر بنائے جانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

خسف کا عذاب اگر یہود کے حق میں مذکور نہیں تو وہ صحیح مسلم کی حدیث کے مطابق متوقع ضرور ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین خسف واقع ہوں گے: ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ عرب میں۔'' (صحیح مسلم: 2901) تو ان امتوں میں عذاب کی مماثلت، اندرونی موافقت اور دلی جھکاؤ کا پتہ دیتی ہے۔ بنی اسرائیل جب ایک دوسرے کو مخالفت پر دیکھتے تو معذرت حاصل کرنے کے لیے ایک بار روک دیتے تھے، پھر یہ منکر رہنے کے باوجود آپس کے تعلقات برابر استوار رکھتے ۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ دیکھا تو ان کے دلوں کو ایک دوسرے کی طرف جھکا دیا اور ایک جیسی لعنت میں سب کو شریک کیا۔ اور اس موقع کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی امت کو بھی ڈرایا:

''تم یا تو حق پر لوگوں کو محصور کرنے کی کوشش کرو گے یا تمھارے اوپر بھی دلی موافقت اور جھکاؤ کی بنا پر لعنت پڑنے کا حال ہو جائے گا جس طرح ان پر لعنت پڑ چکی ہے۔'' (سنن أبی داود:4337)

امام ابن تیمیہ نے بھی منہاج السنہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ اہل کتاب کا مسلمانوں سے موازنہ کرنے پر ہمیشہ یہ نتیجہ پائیں گے کہ ہر بھلائی جو ان میں ملے گی وہ مسلمانوں میں ہے اور ہر برائی جو ان میں ہے مسلمانوں میں بھی ہوگی۔ یہی حدیث کا مفہوم ہے۔ اور ہمیں اس موافقت میں ان لوگوں پر ڈر ہے جو امت محمدیہ میں ہو کر بیرونی طاقتوں کی سازشوں میں ان کا آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ وہ منافق جو حرمت رسول میں اہل استھزاء کے ساتھ میل جول رکھنے میں کوئی کسر نہیں رکھتے بلکہ ان کی شرانگیز پالیسیوں میں ان کا ساتھ دینے والے ہیں۔

جس طرح آج یہ یہود و نصاریٰ سے مل کر فطرت کو مسخ کرنے کے درپے ہیں۔ کہیں ان کی شکلیں مسخ کر کے ادلے کا بدلہ نہ چکا دیا جائے۔

موجودہ دور میں ہم نے عذاب الٰہی کے بعض نمونے سیلابوں، زلزلوں اور دھنسائے جانے کی صورت میں دیکھ لیے ہیں۔

اب اگر دینی مقدسات کی پامالی کے زمرے میں کوئی پکڑ آئی تو کون محفوظ رہے گا؟ ہمیں اس سلسلے میں وہی اہل کتاب کا نمونہ دیکھنا چاہیے جس میں برائی سے منع کرنے والوں نے نجات پائی اور خاموشی اختیار کرنے والے کسی جہت میں شمار نہ ہوئے۔

اگر یہ ثقافتی جنگ جاری رہی جس میں وہ خصائص امت محمدیہ کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ یہ تمہید ہوگی جس کے بعد یہ کعبہ کی چھت پر بھی چڑھیں گے اور ایک ایک پتھر کو اکھاڑیں گے۔ یہی امور ممکن ہے ملحمہ کبریٰ (بڑی جنگ) کا پیش خیمہ ہوں۔ اس جنگ میں بالآخر فتح تو شاید مسلمانوں ہی کو ہوگی۔

(سنن ابن ماجه:4091)

لیکن سختیاں بھی آئیں گی اور بہت بڑا غدر قائم ہونے والا ہے۔ یہ صلیبی جنگ ہوگی جس میں ستر کمانڈر ہوں گے اور ہر کمانڈر کے ساتھ بارہ ہزار فوجیوں کا دستہ ہوگا۔ اور اس سے عافیت کی راہ صرف اسلامی جہاد ہے۔ ورنہ وہ ہمیں پہلے صلیبی حملوں کی مار دیں گے۔ شاید اسی سختی کی طرف اشارہ یہ حدیث کرتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے عبداللہ بن عمرو! تمھاری کیا حالت ہوگی جب تم چھلنی کی چھٹ میں باقی رہ جاؤ؟ جن کے وعدے اور امانتیں مختلط (خائن اور امین ایک جیسے) ہو جائیں گے اور وہ آپس کے اختلاف میں یوں ہوں گے۔ آپ نے انگلیوں سے قینچی بنا کر دکھائی (کہ آپس کی مداخت کو برداشت کرنے کی بجائے الجھتے ہوں گے۔) کہا: اس وقت آپ ﷺ کا حکم کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے آپ کو علیحدہ کر لو اور عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔''

(السلسلة الصحيحة:206)

ایک اور حدیث کے مطابق آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھارے پیچھے صبر کے دن آ رہے ہیں جب صبر کرنا ہاتھ میں انگارہ رکھنے کے برابر ہوگا۔ (تب) سنت کو تھامنے والے کا اجر پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر ہوگا بہ نسبت دوسروں کے جنھوں نے ان جیسے اعمال کیے ہوں گے۔'' بعض نے کہا: ہمارے (صحابہ کے) پچاس یا ان کے پچاس؟ فرمایا: ''تمھارے پچاس کے برابر۔'' (سنن أبي داود:4341، والسلسلة الصحيحة: 494)



شام کا آتش فشاں اور اسرائیل کے خدشات

محمد انیس الرحمن

لندن سے شائع ہونے والے عربی اخبار الشرق الأوسط نے اپنی تازہ اشاعت میں ایک رپورٹ شائع کی ہے جس کے مطابق گزشتہ مئی کے مہینے میں شمالی کوریا کی جانب سے شام میں اسد حکومت کے لیے میزائلوں کی ایک کھیپ روانہ کی گئی تھی۔ رپورٹ کے مطابق یہ میزائل چین کے ایک بحری جہاز کے ذریعے طرطوس کی بندرگاہ تک پہنچائے گئے تھے۔ اس سلسلے میں اقوام متحدہ میں خاصی بحث شروع ہوچکی ہے۔ دوسری جانب یورپی ممالک شامی اپوزیشن کے جنگجو افراد کو تربیت اور اسلحہ دینے کے معاملے میں تقسیم ہوچکے ہیں۔ فرانس اور برطانیہ کا کہنا ہے کہ شامی اپوزیشن کی عسکری مدد کرنا اس وقت انتہائی ضروری ہے کیونکہ اگر شامی اپوزیشن بشار الاسد کی حکومت ختم کرنے میں ناکام ہوگئی تو روس اور چین شام اور ایران کے ساتھ مل کر اسرائیل کے وجود کو خطرے سے دوچار کردیں گے۔ اس حوالے سے دیگر یورپی ممالک کا موقف ہے کہ شامی اپوزیشن میں ایسی اسلامی تحریکیں بھی شامل ہیں جو بشار الاسد کی حکومت کا تختہ الٹ کر وہاں خالص اسلامی حکومت کے قیام کے لیے جدوجہد کریں گی جس طرح لیبیا کی اپوزیشن میں شامل اسلامی تحریکوں نے نہ صرف بن غازی میں امریکی سفیر کو ہلاک کردیا بلکہ اب ان پر قابو پانا ایک اور بڑا مسئلہ بن چکا ہے۔ لیکن ان تمام معاملات کے باوجود اس خطے میں امریکہ، فرانس اور برطانیہ کے آگے کسی کی نہیں چل رہی۔

حقیقت یہ ہے کہ شام کی صورتحال نے تمام مشرق وسطیٰ کو آتش فشاں کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ یہ شام کے حالات ہی ہیں جس کی وجہ سے لبنان میں تشدد کی کارروائیوں میں ایک مرتبہ پھر تیزی آگئی ہے۔ گزشتہ ماہ جس وقت لبنان کی خفیہ ایجنسی کے سربراہ کو قتل کردیا گیا تو اس کا الزام ایران اور بشار الاسد کی حکومت کی حمایت کرنے والی ایران نواز لبنانی تنظیم حزب اللہ پر عائد کیا گیا جس کی وجہ سے یکدم کشیدگی میں کئی گنا اضافہ ہوگیا۔ دوسری جانب ترکی میں ڈیڑھ لاکھ کے قریب شامی پناہ گزین سکونت اختیار کرچکے ہیں جو ترکی کی معیشت پر اچانک بوجھ ثابت ہوئے ہیں لیکن



یہ سب اس لیے بھی ہوا ہے کہ ترکی نے بشار الاسد حکومت کی مخالفت کرکے اپنے آپ کو مشرق وسطی میں ایک ابھرتے ہوئے ترکی کا تاثر دیا ہے۔ اس کی قیمت اس انداز میں ادا کرنی پڑی کہ اس وقت شام کی انتظامیہ اور ترکی کے درمیان زبردست کشیدگی پائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ دونوں ملکوں کی سیکورٹی فورسز میں کئی بار تصادم بھی ہو چکا ہے جبکہ شام ترکی کا ایک طیارہ بھی گرا چکا ہے۔ ترکی کے ساتھ ساری صورتحال شمال کی جانب ہے جبکہ جنوب کی جانب اردن کی سرحد شام سے ملتی ہے جہاں سب سے زیادہ شامی پناہ گزین ڈھائی لاکھ کی تعداد میں پناہ لیے ہوئے ہیں اور شام کی جانب سے ان پناہ گزینوں کے اوپر فائر آتا رہتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خود اردن کی اپوزیشن جماعت، جس کا تعلق اخوان المسلمون سے ہے، اردن کی موروثی حکومت کے خلاف ایک بڑا خطرہ بن کر ابھر رہی ہے اور عمان میں اس وقت ہنگامے پھوٹ پڑے ہیں جب وہاں حکومت نے تیل کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا۔ اب وہاں مظاہرین یہ نعرے بھی لگا رہے ہیں کہ مصر کی طرح اردن میں بھی ایک آمر حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے ۔ انقلاب کی چاپ سن کر اردنی حکومت اس وقت خاصی پریشان ہے کیونکہ دمشق میں جیسے ہی اسلامی تحریکوں سے وابستہ افراد بشار حکومت کا خاتمہ کردیں گے اس سے اردن میں موجود اسلامی ذہن کے افراد کو ایک طرح سے قوت میسر آجائے گی اور ''انقلابات'' کی یہ آگ جسے بڑی حد تک مغربی قوتوں نے ہائی جیک بھی کیا ہے تمام خلیج میں بھی پھیل سکتی ہے۔اس وقت صورتحال یہ ہے کہ قطر کے دارالحکومت دوحہ میں شامی اپوزیشن کا مشترکہ اجلاس کامیابی سے ہمکنار ہو چکا ہے اور اب وہاں ایک متحدہ اپوزیشن دمشق کی جامعہ اموی کے خطیب شیخ عبدالعزیز کی قیادت پر متفق ہو چکی ہے۔ یہ شام کی خارجی صورتحال کا ایک مختصر سا جائزہ ہے۔ اس کے بعد ہم شام کے اندرونی معاملات کی جانب آتے ہیں۔

شام میں جس قسم کی جنگ لڑی جارہی ہے وہ لیبیا کے حوالے سے یکسر مختلف ہے۔ اسی لیے اس میں خونریزی کا عنصر بہت زیادہ غالب ہے۔ شام میں ایک اقلیتی فرقہ ساٹھ کی دہائی کے بعد سے حکومت پر قابض رہا ہے۔ حافظ الاسد کے خاندان کا تعلق اسی اقلیتی فرقے سے ہے جبکہ نوے فیصد سے زیادہ ملک کی آبادی اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتی ہے جنھیں گزشتہ چار دہائیوں سے انتہائی ظلم وستم کا سامنا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت سے تعلق رکھنے والا اقلیتی فرقہ اس وقت شامی قوم پر انتہائی بے رحم اور خوفناک بمباری کررہا ہے۔

شام میں قتل ہونے والے کثیر تعداد بچوں پر شامی حکومت کو کوئی رحم نہیں آتا اور نہ ہی بڑی تعداد میں قتل ہونے والی عورتوں کا کوئی خیال کیا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ نوجوانوں کی بات ہی الگ ہے جن کو ایک لائن میں کھڑے کرکے ایک ساتھ قتل کردیا جاتا ہے۔ جبکہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے چالیس سال سے اپنے وطن اور اپنے حکمران سے محبت کی ہے اور شام کے ملک کو ترقی سے روشناس کرایا ہے۔ چنگیز خان کی تاریخ بھی اگر کھنگال لی جائے تو یہ ثبوت نہیں ملے گا کہ اس نے اپنے ہی لوگوں کا اتنی بڑی تعداد میں قتل عام کیا ہو جتنا کہ بشار الاسد نے اپنے ہی لوگوں کا، جن میں، عورتیں، بچے، بوڑھے اور جوان شامل ہیں، قتل عام کیا ہے۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق شامی صدر بشار الاسد کے خلاف ڈیڑھ سال سے جاری عوامی بغاوت میں حکومتی فوج کا شکار کم سن بچے بڑی تعداد میں شہید ہورہے ہیں۔ عرب ذرائع کی تیار کی گئی اعداد وشمار کی رپورٹ کے مطابق اب تک تین ہزار سے زیادہ بچوں کو بڑی بے دردی سے قتل کیا جا چکا ہے۔ العربیہ کی رپورٹ کے مطابق پچھلے 19 ماہ کے دوران شامی سرکاری فوج کی سفاکانہ دہشت گردی میں 3180 کم سن بچوں کو نہایت بے دردی سے قتل یا ہلاک کیا جا چکا ہے۔ اس میں زیادہ تر بچے حکومتی جنگی جہازوں سے ملکی آبادی پر کیے گئے حملوں اور بمباری سے ہلاک ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ درجنوں بچے سرکاری فوج کی گولیوں اور چھریوں کا نشانہ بن چکے ہیں۔ کتنے ہی واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ والدین کے سامنے ان کے جگر گوشوں کو بڑی سفاکی سے قتل کرنے اور ذبح کرنے کے درجنوں روح فرسا واقعات ریکارڈ پر آچکے ہیں۔ ان واقعات میں بچوں کا اجتماعی قتل عام کیا گیا ہے جیسے کہ مئی میں ہونے والے واقعے میں حمص کے علاقہ حولہ



میں سرکاری فوج کے ہاتھوں ہونے والے بچوں کے قتل عام کو کوئی نہیں بھلا سکتا۔ اس کارروائی میں مارے جانے والے 106 افراد میں سے 50 کم سن بچوں اور بچیوں کو اجتماعی طور پر سفاکانہ انداز میں ہلاک کیا گیا۔

اس تمام صورتحال کے بعد بشار الاسد کی جانب سے شام میں جنگ بندی کا نیا منصوبہ سامنے لایا گیا تھا جس کے تحت شام کا عوامی انقلاب خطرے سے دوچار نظر آ رہا تھا۔ اس جنگ بندی سے شامی صدر کو فائدہ یہ ہونا تھا کہ اس کو اپنی عوام پر مزید حملے کرنے اور بڑے حملوں کی منصوبہ بندی کرنے کا مزید موقع مل جاتا۔ یہ بات اس وجہ سے کہی جا رہی ہے کہ اس سے قبل بھی شامی صدر کی طرف سے جنگ بندی کرنے اور مذاکرات کرنے کا اعلان کیا گیا تھا مگر جنگ بندی کی تاریخ گزر جانے کے بعد شامی حکومت کی طرف سے شامی عوام پر پہلے سے بھی زیادہ تشدد اور قتل عام شروع کر دیا گیا۔ اب بھی بشار الاسد کی یہ کوشش ہے کہ کسی طرح جنگ بندی ہو جائے اور اس کو تیاری کا مزید موقع مل جائے تاکہ وہ اپنا اقتدار محفوظ بنا سکے۔ لیکن شام کی آزاد فوج کی جانب سے اس منصوبے کو سازش کا ایک حصہ قرار دے کر مسترد کر دیا گیا تھا۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق بین الاقوامی امن ایلچی الاخضر براہیمی نے بشار الاسد کی طرف سے جاری کی گئی جنگ بندی کی اطلاع پر شام میں جاری خانہ جنگی کو بند کرانے کے سلسلے میں صدر بشار الاسد سے ملاقات کی تھی مگر اس کی تفصیلات عام نہیں کی گئیں۔ شامی وزارت خارجہ کی طرف سے جاری کردہ ایک بیان میں اس ملاقات کو بڑی تعمیری اور سنجیدہ قرار دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اقوام متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل کوفی عنان نے کہا ہے کہ شام میں بڑی طاقتوں کی فوجی مداخلت سے شام کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ کوفی عنان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ شام کا معاملہ لیبیا کے مقابلے میں زیادہ پیچیدہ ہے اور اس مسئلے کو فوجی مداخلت مزید الجھا سکتی ہے۔ شامی حکومت نے بیرونی مداخلت سے پاک مذاکرات کو تشدد کے خاتمہ کا حل قرار دیا ہے اور دمشق حکومت کے مطابق وزیر خارجہ ولید المعلم نے اقوام متحدہ کے خصوصی مندوب الاخضر براہیمی سے ملاقات میں اس نقطہ پر زور دیا ہے۔ براہیمی نے شام کے وزیر خارجہ ولید المعلم سے دمشق میں وزارت خارجہ کی عمارت میں ملاقات کی تھی۔ اس ملاقات میں شامی حکومت کی طرف سے یہ اُمید ظاہر کی گئی تھی کہ جلد حکومتی فوج اور انقلابیوں کے درمیان جنگ بندی ہو جائے گی، مگر حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے لیے بظاہر یہ جنگ بندی ہوتی مگر اندرونی طور پر اس سے انقلابیوں پر بڑے حملے کی تیاری کے لیے شامی حکومت کو وقت مل جاتا۔ ان مذاکرات میں قباحت یہ تھی کہ اس سے شامی صدر کو معزول نہیں ہونا پڑتا بلکہ اس کی صدارت باقی رہتی۔ اس سے شامی حکومت کو ہی فائدہ ہوتا۔ عوام کو ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ شامی انقلابیوں کے پے در پے حملوں سے حکومت بوکھلا گئی ہے اور اس کے قبضہ سے علاقے چھوٹ چھوٹ کر انقلابیوں کے کنٹرول میں جا رہے ہیں۔ حکومت اس جنگ بندی کے ذریعے اس کو روکنا چاہتی تھی۔ تیسری بات یہ ہے کہ شامی حکومتی فورسز اور

شائقین ضیائے حدیث کے لیے "خوشخبری"

پاکستان کے تمام اہل حدیث مدارس کے شیوخ الحدیث کے لیے حافظ عبدالوحید سوہدروی رحمہ اللہ کی طرف سے ضیائے حدیث کا اجرا بالکل فری۔ جن شیوخ تک رسالہ نہ پہنچے وہ دفتر سے ضرور رابطہ کریں۔

حسب ذیل احباب کے لیے نصف زرِتعاون کی پیشکش

☆ مدارس، سکول، کالج اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ کرام اور طلباء
☆ مساجد کے ائمہ کرام ☆ خطباء حضرات

مکمل ایڈریس، عہدہ اور رابطہ نمبر لکھ کر 200 روپے کا منی آرڈر ارسال کریں اور ایک سال کے لیے "ضیائے حدیث" سے استفادہ کریں۔

دفتر ماہنامہ "ضیائے حدیث" 36 لوئر مال، لاہور 0322-8246740, 0313-7579034, 042-37240024, 0300-7071823



آزاد شامی افواج کے درمیان لڑائی اب ترکی سرحد کے قریب واقع شمالی قصبے حریم تک پہنچ گئی ہے اور ان علاقوں سے حکومتی کنٹرول ختم ہوتا جا رہا ہے۔ شام کے شمالی علاقہ میں ہونے والی لڑائی زیادہ تر معرۃ النعمان نامی قصبے میں ہو رہی ہے جہاں انقلابیوں نے خاصے عرصہ سے قبضہ کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ چوتھی بات یہ ہے کہ انقلابیوں نے شام کے سب سے بڑے شہر حلب اور شامی دارالحکومت دمشق کے درمیان سپلائی لائن کے راستہ پر قبضہ کر رکھا ہے اور اس سے دارالحکومت کو آنے والی سپلائی لائن بند ہوگئی ہے، اس لیے اب مذاکرات اور جنگ بندی کا ڈھونگ رچا کر شامی حکومت اس دوران اس سپلائی لائن کو کھولنے کی کوشش کرنا چاہتی تھی جبکہ اس علاقے پر فوج نے کنٹرول حاصل کرنے کے لیے کئی دفعہ فضائی حملے بھی کیے ہیں مگر اس میں ان کو ابھی تک کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔

اقوام متحدہ کی طرف سے جنگ بندی کی طرف پیش رفت دراصل اسرائیل کے منصوبے کے مطابق کی جا رہی تھی جو کہ شام کی جنگ کو مزید طویل کرنا چاہتا ہے۔ اس بارے میں اسرائیل کی وزارت دفاع کے اعلیٰ عہدیدار کی طرف سے جاری کیا گیا بیان قابل غور ہے جس سے اسرائیل کے عزائم کا پتہ چلتا ہے۔ اسرائیل کے ایک سینئر عہدیدار اور وزارت دفاع میں سیاسی و سیکورٹی کمیٹی کے چیئرمین عاموس گیلاد نے شامی صدر بشارالاسد کی حکومت کے ممکنہ خاتمہ کو اسرائیل کے لیے سنگین المیہ سے تعبیر کیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بشارالاسد کے خلاف عوامی انقلاب کی تحریک کامیاب ہوئی تو اس کے نتیجے میں خطہ اسلامی انتہا پسندی کے نرغہ میں آ جائے گا اور یوں مصر، اردن اور شام سمیت مشرق وسطیٰ کے کئی دیگر ممالک میں اسلامی خلافت قائم ہو جائے گی۔ اسرائیلی ریڈیو پر نشر ایک بیان میں عاموس گیلاد کا کہنا تھا کہ شام میں بشارالاسد حکومت کا خاتمہ اخوان المسلمون کی ''فتح'' تصور ہوگا۔ اسرائیل کو مصر کے بعد شام میں بھی اخوان المسلمون کے چیلنج کا سامنا ہوگا۔ اگر ایسا ہوا تو یہ سنگین نوعیت کی تباہی کا باعث بنے گا جو اسرائیل کے لیے کسی بڑے المیے سے کم نہیں ہوگا۔ عاموس گیلاد کے مطابق شام میں بشارالاسد اسرائیل کی تمام تر مخالفت کے باوجود تل ابیب کے مفاد میں ہیں، ان کے جانے کے بعد شام اخوان المسلمون کے ہاتھ میں آئے گا جس کے بعد پورا خطہ اسلامی حکومتوں کے قبضے میں آ سکتا ہے۔ فلسطینی خبر رساں ایجنسی نے بھی اسرائیلی وزارت دفاع کے عہدیدار کا بیان نقل کیا ہے۔ بیان میں عاموس گیلاد کا کہنا ہے کہ اسرائیل کو پڑوسی عرب ملکوں کے خطرات کا بخوبی اندازہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا ملک ترکی کے ساتھ تعلقات کی بہتری کے لیے کوشاں ہے۔ تل ابیب کی پوری کوشش ہے کہ ترکی کے ساتھ سفارتی چپقلش ختم کی جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اسرائیل اپنے گرد و پیش کے تمام محاذ کھلے رکھے اور اس کا نتیجہ کسی بڑے نقصان کی صورت میں بھگتنا پڑے۔ دریں اثنا اسرائیلی پارلیمنٹ کے رکن بنجامن بن الیعزر نے مصر میں سب سے بڑی مذہبی سیاسی جماعت اخوان المسلمون کے بڑھتے اثر ونفوذ پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے۔ انھوں نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اخوان المسلمون کے خلاف کسی بھی ممکنہ جنگ کے لیے خود کو تیار رکھے۔ پارلیمنٹ کی خارجہ و دفاع کمیٹیوں کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے الیعزر کا کہنا تھا کہ مصر میں اسرائیل دشمن جماعت اخوان المسلمون کے بڑھتے اثر ونفوذ کے بعد اسرائیل کو مصر سے درپیش خطرات سے غافل نہیں رہنا چاہیے۔ ہمیں کسی بھی وقت مصر کے خلاف جنگ لڑنا پڑسکتی ہے۔ صہیونی عہدیدار کے مطابق ''ہم مسلسل زلزلے کی کیفیت میں ہیں۔'' مجھے نہیں لگتا کہ اخوان المسلمون کی قوت میں کسی قسم کی کمی آئی ہے اور نہ ہی مستقبل میں اس کا کوئی امکان دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ صورتحال اس وقت زیادہ سنگین ہوگئی جب مصری حکومت نے صحرائے سینا میں اسرائیل نواز جرائم پیشہ عناصر کا قلع قمع کرنے کے لیے اس علاقے میں اپنی فوج داخل کردی ہے۔ اسرائیل اس بات سے اچھی طرح واقف ہے کہ اگر شام پر اسرائیل نے کسی قسم کا حملہ کیا یا جولان کے راستے شام میں مداخلت کرنے کی کوشش کی تو مصر کی جانب سے زبردست ردعمل سامنے آسکتا ہے جبکہ اسرائیل شام میں اسلامی تحریکوں کی فتح کو اپنے لیے ایک بڑا خطرہ تصور کر رہا ہے۔





تعلیم میں بیرونی معاونت کے مضمرات

تعلیمی میدان میں عالم کفر کی چالبازیاں اور ان کا سدّباب

پروفیسر خورشید احمد

ہم نے جو موضوع منتخب کیا ہے وہ تعلیم اور بیرونی امداد Foreign-aid یا بیرونی معاونت کا احاطہ کرتا ہے۔ میرے خیال کے مطابق یہ پہلی سنجیدہ کوشش ہے جس میں تعلیم اور غیر ملکی امداد کے موضوع پر عالم اسلام کے کسی ادارے نے تجزیہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ مغرب میں اس موضوع پر کافی کام ہوا ہے، بلکہ بیشتر کام ہوا ہی وہاں پر ہے۔ قرض لینے والے ممالک کی مختلف ایجنسیوں، ان کے تحقیقی اداروں اور پروفیشنل کانفرنسوں نے اگر کچھ کیا ہے تو بڑی حد تک اسی فریم ورک کے اندر اور اسی ایجنڈے کے مطابق کیا ہے، جو قرض دینے والوں نے اپنے مقاصد اور پروگرام کے مطابق طے کیا ہے۔ یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ مسلم ممالک نے بالخصوص اور ترقی پذیر ممالک نے بالعموم ابھی تک اس پورے مسئلے پر خود اپنے تہذیبی فریم ورک اور اپنی تعلیمی اور ثقافتی ضروریات کی نظر سے کوئی قرار واقعی تجزیہ اور مطالعہ نہیں کیا ہے۔ جس چیز کی اشد ضرورت ہے، وہ یہ ہے کہ خود اپنے معاملات کا تجزیہ کریں اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ بیرونی قوتوں کا ہماری تعلیم، ہمارے تعلیمی اداروں، ہمارے تعلیمی ایجنڈے، ہمارے تعلیمی معیار، ہماری نئی نسل کے ذہن وفکر اور مہارتوں پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔ اسی طرح یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ ان قوتوں کے اس عمل کا ہمارے طالب علموں کے اخلاق، کردار اور Motivations پر کیا اثر پڑا ہے؟ ان امدادی پروگراموں کے ذریعے کہاں تک پرانا نظام تعلیم بدلا ہے یا نہیں بدلا ہے؟ امت مسلمہ کو جس قسم کے نظام تعلیم کی ضرورت ہے کہاں تک اس امداد کی وجہ سے اس کی طرف پیش قدمی رکی ہوئی ہے یا اس کے کوئی امکانات پیدا ہوئے ہیں؟ یہ اور اس طرح کے دوسرے بڑے سنجیدہ اور بڑے ہی بنیادی سوالات ہیں۔ ان سوالات پر نظری پہلو سے بھی اور عملی اعتبار سے بھی غور وفکر کی ضرورت ہے، تاکہ مشاہدے کے ذریعے نتائج کو دیکھ کر ہم اپنی پالیسیوں کا جائزہ لے سکیں۔

ہماری دلی خواہش تھی کہ اس مضمون میں صرف نظری پہلو ہی سے گفتگو نہ کریں بلکہ انطباقی اور اطلاقی تحقیق کے ذریعے مسئلے کے عملی پہلوؤں پر بھی بھرپور مواد پیش کریں۔ اس وقت یہ کام ایک حد تک ہی کیا جا سکا ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ اس مضمون سے پہلے کچھ خصوصی مطالعے (Case Studies) آپ کے سامنے آ سکیں تاکہ آپ دو اور دو چار کی طرح یہ بھی دیکھ سکیں کہ جو ادارے یہاں بیرونی امداد کی بنیاد پر بنے ہیں، یا بنائے جا رہے ہیں، ان کا رخ، مزاج اور تیار شدہ افرادی قوت کی کیا کیفیت ہے۔ گو ہم یہ کام مکمل اور بھرپور انداز میں نہیں کر سکے، تاہم کم از کم اس کا آغاز تو ہو گیا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ جو مقالے آپ کے سامنے پیش کیے جائیں گے، ان میں نظری اور عملی دونوں پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اب میں پس منظر کے طور پر آپ کے سامنے یہ حقیقت بیان کروں گا کہ ہمیں اس پورے مسئلے پر غور کرنے کے لیے کن پہلوؤں کو سامنے رکھنا چاہیے۔ میں یہ بنیادی بات آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں کہ تعلیم اور بیرونی امداد کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ اور اس پر کس کس پہلو سے غور کرنے کی ضرورت ہے؟



دو پہلوؤں کا ہمارے سامنے ہونا بہت ضروری ہے۔ پہلا یہ کہ بیشتر مسلم ممالک میں، مغربی استعمار کے دور غلامی میں ہمارے تاریخی اور روایتی نظام تعلیم نے آہستہ آہستہ دم توڑ دیا۔ اس کے باوجود چند اچھے مدرسے باقی رہے، جنھوں نے دینی تعلیم کے دائرے میں بڑی مفید خدمات سرانجام دیں اور اپنے تدریسی نظام میں اصلاح کی موثر یا کمزور کوششیں بھی کیں۔ میں ان سب کاوشوں کا معترف ہوں۔ لیکن یہ المیہ اپنی جگہ موجود رہا کہ ہمارے تعلیمی نظام اور تعلیمی روایت کا جو تاریخی تصور تھا، وہ اس زمانے میں تقریباً ختم ہو کر رہ گیا۔ اس کی جگہ ایک نیا نظامِ تعلیم وجود میں آیا، جس کے بڑے واضح اور متعین مقاصد تھے۔ ان مقاصد میں بنیادی چیز یہ تھی کہ سامراجی اقتدار ان ممالک میں جو نظام قائم کرنا چاہتا تھا، اس کے لیے اسے صرف اپنے وفادار اور تابع دار کارندے مل سکیں۔ اس نئے نظام تعلیم کا مقصد ان محکوم ملکوں کے قومی مقاصد کا حصول نہیں تھا۔ یہ بڑے متعین مقاصد کے لیے رائج کیا گیا تھا۔ پھر اسے قائم کرنے کے دوران بڑی ہوشیاری کے ساتھ یہ تاثر پھیلایا گیا کہ ''محکوم اقوام کی جائز امنگیں اس نظام کے وسیلے سے ہم آہنگ ہو گئی ہیں۔'' بلاشبہ اس حوالے سے کچھ پیش رفت بھی ہوئی، مگر وہ بڑے محدود اور متعین مقاصد کے لیے تھی۔ اور جو پیش رفت ہوئی وہ بھی بنیادی طور پر استعماری ڈھانچے کے شدید دباؤ میں رہی۔

اس کے بعد جب یہ ممالک آزاد ہوئے تو فطری طور پر ایک نیا چیلنج ان کے سامنے آ گیا۔ اس پس منظر میں ان سابق نو آبادیاتی ممالک اور خصوصاً مسلمان ملکوں میں تعلیم کے لیے بیرونی امداد کا کردار محض ان ممالک میں تعلیم کو فروغ دینے کے اعلیٰ جذبے کا مظہر نہیں تھا اور نہیں ہے۔ بلکہ یہ اسی استعماری نظام کو باقی رکھنے، آگے بڑھانے اور ایڈجسٹ کرنے کا ہمہ جہت سلسلہ تھا اور ہے، تاکہ استعماری اقدار تبدیل نہ ہوں اور نہ ان کے مفادات کو کوئی زک پہنچے۔ ان ملکوں اور قوتوں کی کوشش ہے کہ اس کی جگہ جو نیا اور قومی نظام یہاں آنا چاہیے اس کو روکا جائے اور اسے سابقہ سامراجی دور کی قائم کردہ روایت سے کس طرح مربوط رکھا اور ابھارا جائے۔ اسی تناظر میں عالمی بنک، یونیسکو، عالمی مالیاتی فنڈ اور دوسری غیر سرکاری تنظیموں نے بھی تعلیم اور بیرونی امداد کے موضوع پر کام کیا ہے۔ ان تمام مطالعات (Studies) میں یہ بات بڑی نمایاں نظر آتی ہے کہ ان کا پالیسی ہدف تعلیمی نظام کی تبدیلی، یعنی Replacement نہیں، بلکہ سامراج کے قائم کردہ اس نظام میں جزوی رد و بدل، یعنی Adjustment رہا ہے۔ غیر ملکی مالی امداد (قرض) محض مالی وسائل مہیا کرنے کا ایک ذریعہ نہیں، بلکہ دراصل وہ پرانے نظام میں نمائشی جمع تفریق کے ذریعے نو آبادیاتی مقاصد اور استعماری مزاج کے تسلسل کو قائم رکھنے اور اسے پروان چڑھانے کی ایک سوچی سمجھی کوشش ہے۔

دو سال پہلے Aid in Education in the Developing World کے موضوع پر ایک کتاب آئی تھی۔ اس کا مصنف یونیورسٹی میں پروفیسر رہا ہے، تعلیم پر اس کی بہت قیمتی اور دلچسپ اسٹڈیز آئی ہیں۔ مذکورہ کتاب میں وہ اسی نکتے کو زیر بحث لاتے ہوئے کہتا ہے کہ ''اب تک جتنی بھی تجزیاتی رپورٹیں آئی ہیں، اگر ان کا مطالعہ کیا جائے تو ان سے یہ نکتہ بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ Aid کی تمام کوششیں پرانے استعماری نظام کو صرف ایڈجسٹ کرنے اور کسی بنیادی تبدیلی سے بچانے کی کوششیں تھیں۔''

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ لارڈ میکالے کی بدنام زمانہ تعلیمی رپورٹ (1835ء) دراصل ایک نئے تعلیمی اور عدالتی نظام کا بلیو پرنٹ تھی، جس نے مغربی سامراج کے مفید مطلب نظام کو ہم پر مسلط کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ یہ دستاویز صرف ہمارے ملک ہی میں مخصوص استعماری امنگوں کی آئینہ دار نہیں بلکہ اسی طرح یہ دستاویز سوڈان میں نئے تعلیمی نظام اور نئے فوجداری نظام کے لیے بھی راہنما اصول فراہم کرتی ہے۔ معاملہ اسی پہ ختم نہیں ہو جاتا، بلکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ 1947ء میں برطانوی اقتدار کے خاتمے سے پہلے 1944ء میں ایک کمیشن قائم کیا گیا، جس کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر میں خاص طور پر تعلیمی اور سماجی معاملات کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کمیشن کی یہ رپورٹ 1947ء میں آزادی سے صرف چند ماہ پہلے سامنے آئی تھی۔ مذکورہ رپورٹ میں بھی ہمیں وہی ذہن اور وہی فکری اپروچ نظر آتی ہے، جو لارڈ میکالے نے تعلیم کے لیے تقریباً سو سال پہلے فراہم کی تھی۔ دینی علوم اور مقامی کلچر کے بارے میں انگریزی استعمار نے وہی نقطہ نظر دہرایا جو ایک صدی پہلے اس کا نظریہ تھا۔ یہاں



سے جاتے وقت اس نے دوبارہ اسی تعلیمی منصوبے اور انھی تعلیمی مقاصد پر زور دیا، جو مقاصد وہ اپنے عریاں نوآبادیاتی (Colonial) نظام میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میری نگاہ میں یہ کوئی اتفاقی واقعہ یا محض حادثاتی عمل نہ تھا۔ اس سوچے سمجھے عمل کو ہمیں پوری بالغ نظری سے دیکھنا اور سمجھنا چاہیے۔

دوسرا پہلو یہ ہے کہ تعلیم میں عمومی طور پر بیرونی مالی امداد کے مسئلے کو ہمیں ان کی اسٹریٹجی اور معاشی ڈویلپمنٹ پالیسی کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ استعماری ممالک اور ان کی ایجنسیوں نے تیسری دنیا کے ممالک پر زبردستی جو ترقیاتی ماڈل مسلط کیا ہے، وہ اسے پروان چڑھانا، مضبوط بنانا اور اس وسیلے سے اپنے سامنے ان ممالک کی محتاجگی کو امر واقعی بنانا چاہتے ہیں۔ میرے نزدیک چند استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر مجموعی اعتبار سے تعلیم میں بیرونی امداد کا موجودہ چلن ہماری ترقیاتی حکمت عملی کے منافی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ دو پہلو ایسے ہیں، جن کا پوری ذمہ داری اور قلب وذہن کی بیداری سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ زیر بحث موضوع کے فکری، تہذیبی، قومی اور دینی پہلو بھی سنجیدہ بحث ومطالعے کا تقاضا کرتے ہیں۔

تعلیم میں بیرونی امداد کا ایک خوش کن پہلو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ''اس طرح کچھ پیسہ آتا ہے۔'' لیکن اس بات کا غیر جذباتی سطح پر تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے کہ وہ پیسہ ہماری حقیقی ضرورت سے کیا نسبت رکھتا تھا؟ وہ پیسہ اپنے ساتھ کیا تصورات، کیا پابندیاں اور کیا ترجیحات لے کر آیا ہے؟ آپ دیکھیں گے کہ لارڈ میکالے کو اس بات میں دلچسپی تھی کہ انگریزی زبان کی تعلیم عام ہو، لیکن اس کے برعکس اس نے عربی اور ہندوستان کی مقامی زبانوں کے بارے میں ایسے حقارت آمیز جملے لکھے ہیں کہ گویا عربی زبان میں پایا جانے والا سارا لٹریچر اور تمام ہندوستانی لٹریچر، انگریزی زبان میں لکھی ہوئی کتابوں کی صرف ایک الماری کا مقابلہ بھی نہیں کرتا۔ ایسی حقارت اور عصبیت کے مظاہر آپ کو اہل مغرب کی تحریروں میں جگہ جگہ دکھائی دیں گے۔ اس پہلو پر بہت زیادہ غور کرنے کی ضرورت ہے کہ بیرونی امداد نے ہماری تعلیمی ترجیحات کو کس انداز سے متاثر یا مرتب کیا ہے۔ ان تعلیمی ترجیحات کے حوالے سے مسلم ممالک اور خصوصی طور پر پاکستان کا مطالعہ ہونا چاہیے۔ اور یہ دیکھنا چاہیے کہ اس امداد نے تعلیمی ترقی کے رخ کو کس اعتبار سے بہتر بنایا اور کس کس حوالے سے بگاڑا ہے۔

نظام تعلیم میں ذریعہ تعلیم اور ابتدائی تعلیم کے مسائل، میری نگاہ میں مقصد تعلیم کے بعد سب سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ اردو، جو ہماری قومی زبان ہے، آج تک اس کو بطور ذریعہ تعلیم اختیار نہ کیا جانا دراصل سامراجی غلبے کے تسلسل کو قائم رکھنے کا ایک حصہ ہے، اور بیرونی امداد نے اس سلسلے میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔ اسی طرح ابتدائی تعلیم کو لیجیے۔ حقیقت یہ ہے کہ پرائمری تعلیم کے لیے بیرونی سرمائے، بیرونی ذہن، یا کسی بیرونی ایکسپرٹ کی سب سے کم ضرورت ہے۔ مگر قرض دہندہ ممالک اور ان کے زیر اثر اداروں کے نزدیک اسی شعبے میں فنڈز کا ارتکاز اس لیے ہو رہا ہے کہ اس طریقے سے زیادہ سے زیادہ ذہنوں کو متاثر کیا، اور نوآبادیاتی روایت کو جاری رکھا جا سکتا ہے۔ اس کام کے لیے ان کے نزدیک سب سے موثر ذریعہ یہی تھا کہ قرض لینے والے ممالک انگریزی زبان کی ترویج اور پرائمری تعلیم کو انھی کے دیے ہوئے تصورات کے مطابق بنانے پر وسائل صرف کریں، تاکہ اس کے بعد ''تاثریامی رود دیوارکج'' کی کیفیت پیدا ہو سکے۔

اسی طرح یہ پہلو بھی مطالعے کا متقاضی ہے کہ سائنس، ووکیشنل اور ٹیکنیکل تعلیم کے لیے بیرونی معاونت کا جو بڑا شہرہ ہے، اس بارے میں دیکھا جائے کہ امدادی پروگرام نے فی الحقیقت کہاں تک مذکورہ میدانوں میں ان ترقی پذیر ممالک کی تعلیمی ضرورت کو پورا کیا ہے؟ اس میں اہم ترین سوال یہ ہے کہ ایسی فنی تربیت جو ان ممالک کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کر سکتی ہو، اس کا اہتمام کس قدر ہوا؟ ہم دیکھتے ہیں کہ ان شعبوں میں بھی بیشتر چیزیں محض تصوراتی اور غیر عملی آئیں، جنھوں نے الٹا ان ممالک کی مغربی اقوام پر محتاجی بڑھا دی۔

تحقیق، جستجو، سچائی کا اظہار اور Creativity جو سائنس کی تعلیم کی روح ہیں، انھیں امدادی کلچر نے کس حد تک پروان چڑھایا، اور کس طرح ہمارے تعلیمی نظام کو نقالی سے آگے بڑھنے نہ دیا۔ اس حوالے سے یونیسکو نے تقریباً ایک سو پچاس مطالعاتی رپورٹیں تیار کی ہیں۔ مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ ان تحقیقات کے تمام نتائج کو پبلک نہیں کیا گیا، بلکہ بیشتر نتائج کو

چھپایا گیا ہے۔ وہ افراد جو خود اس تنظیم کے تحت تحقیق کر رہے ہیں وہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ورلڈ بنک کی تقریباً ہر رپورٹ چھپ جاتی ہے، لیکن تعلیم کے معاملے میں بہت ساری تحقیقات اور خصوصاً نتائج کو دنیا سے چھپایا جاتا ہے۔

یہ بات صرف ہم ہی نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ دوسرے تحقیق کار اور تجزیہ نگار بھی اسی کا گلہ کر رہے ہیں۔ ان تحقیقی رپورٹوں میں اور خصوصاً مذکورہ بالا کتاب میں اعتراف کیا گیا ہے کہ کتابوں اور رپورٹوں کے انبار تو لگ گئے ہیں، جن پر خطیر رقوم اور انسانی محنت صرف ہوئی ہے، لیکن پھر بھی وہ چیزیں عنقا ہیں جو فی الحقیقت عوامی تعلیمی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔ وہ اہل مغرب جو آزادی اور علم و فکر میں تبادلہ کرنے کے بڑے دعوے دار ہیں، وہ خود تعلیم کے بارے میں سچائی پر مبنی حقائق چھپانے پر زور لگا رہے ہیں۔ اس لیے ان عالمی اداروں کی جو رپورٹیں ہمارے سامنے آتی ہیں وہ ادھوری ہیں۔ ہمیں آنکھیں بند کر کے اس ادھوری سچائی یا مسخ شدہ تصویر کو قبول نہیں کرنا چاہیے، بلکہ مکمل سچائی اور بے رحم حقائق کا خود کھوج لگانا چاہیے۔

اسی طرح آپ دیکھتے ہیں کہ جو قرض بھی ان عالمی اداروں یا قوموں نے دیا ہے، اس کے مقابلے میں انھوں نے پالیسی سازی اور اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے وسیع اور بڑا ہی غیر متناسب رسوخ حاصل کیا ہے۔ اس حوالے سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں:

In other Words, Donor agencies and particularly the largest donor The World Bank has been disproportionately in influential in comparison with their financial contribution to total educational expenditure.

زیر بحث موضوع پر گفتگو کرتے وقت یہ معاملات بار بار سامنے آئیں گے کہ کس طرح پیسہ آتا ہے، اس پیسے کے ساتھ ایک طے شدہ ایجنڈا آتا ہے، افکار آتے ہیں، افراد آتے ہیں اور اس کے ساتھ استعماری پالیسی بھی آتی ہے۔ ایسے افراد کی ٹیمیں آتی ہیں جو ان ممالک کے بارے میں شاید کچھ بھی نہیں جانتی اور اس مالی امداد کا بڑا حصہ ان کی ناز برداریوں پر صرف ہو جاتا ہے۔ ان Experts کے لیے کانفرنسیں منعقد کی جاتی ہیں، تاکہ دیسی لوگ تقریر کر کے خوش ہوں، جب کہ غیر ملکی ''ماہرین اور صلاح کار'' ان کے ذریعے اپنے اثرات مستحکم کریں۔ پھر ان کے لیے خصوصی طور پر انفراسٹرکچر کھڑا کیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ وہ پیسہ مکمل طور پر ان ممالک کے لیے استعمال نہیں ہوتا، جن کا نام لے کر لایا جاتا ہے۔ بلکہ اس پیسے کی عظیم مقدار الٹا مقروض ملکوں کے تعلیمی تصورات، تہذیبی اہداف اور استعمار کی ترجیحات پر قومی من مانی پالیسیاں مسلط کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس عمل میں بھی مسلمان ملکوں کے ساتھ معاملہ اور زیادہ خراب ہے۔ ہم غیر ملکی امداد بلکہ غیر ملکی قرضوں کو عالمی تناظر میں دیکھیں۔ مثال کے طور پر آپ اس جملے کو ملاحظہ کیجیے:

The national and the trans-national system of knowledge production is inextricably linked with trans-national system of power in which publishing interests, research funding, consulting firms, testing agencies, probation associations and development agencies all form part of a power full centre.

یہ ایک نیا پاور سنٹر ہے۔ یہ تمام ذرائع اور instruments اس پاور سنٹر کو ساری دنیا کے لیے مرکز و محور بنانے کے لیے ہیں۔ جب ہم غیر ملکی قرضوں کو عالمی تناظر میں نہیں دیکھتے تو اس کا مطلب ہے کہ ہماری اپروچ حقیقت پسندانہ نہیں ہوتی۔

یہ چند اشارات اس چیلنج کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی کے لیے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ سوچ کے ایسے زاویے کہ جن پر ہمیں غور و فکر کی ضرورت ہے۔ ہماری کوشش ہے کہ ہم ایک طرف تعلیم اور بیرونی امداد کے تعلق کو اچھی طرح سمجھیں، اس کے مقاصد کو واضح کریں اور اس کے مجموعی impact (دائرۂ اثر) پر روشنی ڈالیں۔ پھر ممکن ہو تو تعمیر و ترقی کے لیے صحیح راستے کی نشاندہی کریں۔

تمام قارئین سے گزارش ہے کہ اپنی قیمتی آراء سے ضرور مطلع فرمائیں۔ ان شاء اللہ آپ کے تعاون اور آپ کی فکری راہنمائی سے ہم اس موضوع کے ان پہلوؤں کو جو ابھی تک نمایاں نہیں ہوئے، انھیں اجاگر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(ماخوذ از: تعلیم میں بیرونی معاونت، طابع: انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد (051-823094)



سوال جنرل صاحب! یہ فرمائیں کہ سانحہ مشرقی پاکستان کیوں رونما ہوا اور پاکستان کے دولخت ہونے کی کیا وجوہات تھیں؟

جواب سانحہ مشرقی پاکستان کی بہت سی وجوہات ہیں اور یہ تمام وجوہات بہت تفصیل طلب ہیں۔ اس لیے کہ یہ ایک پوری تاریخ ہے جو خون اور آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی ہے۔ یہ اتنی المناک تاریخ ہے کہ جسے پڑھتے اور بیان کرتے ہوئے زبان لرزتی ہے اور آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ یہ ایسی تاریخ ہے کہ جسے ہم ہمیشہ یاد رکھتے لیکن ہم اسے بھول گئے۔ جو قوم اپنی تاریخ بھول جائے وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھتی ہے اور جو قوم اپنی یادداشت کھو بیٹھے اس کے ساتھ یہی کچھ ہوتا ہے جو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔ جہاں تک آپ کے سوال کا تعلق ہے اس سلسلے میں مَیں دو باتیں کہنا چاہوں گا۔ 1971ء کو پاکستانی فوج کو جو شکست ہوئی یہ عسکری شکست نہ تھی بلکہ یہ سیاسی شکست تھی۔ یہ شکست

باغباں بھی ہیں شعلہ و شرر سے ملے ہوئے

کی مثال تھی۔ اگر ہمارے اپنے میر جعفر اور میر صادق کا کردار ادا نہ کرتے تو بھارت کے لیے ہمیں شکست دینا ممکن نہ تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب ہندوستان تقسیم ہوا اور پاکستان کے نام سے ایک الگ ملک معرض وجود میں آیا تو بہت سے مسائل ورثے میں ہمیں ملے تھے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ ان مسائل کا فوری طور پر ازالہ و تدارک کیا جاتا لیکن ان مسائل سے بوجوہ صرف نظر کیا جاتا رہا جس سے یہ مسائل بڑھتے گئے۔ بھارت ہمارا ازلی دشمن ہے جس نے آج تک پاکستان کے وجود کو دل سے تسلیم نہیں کیا۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھایا اور چھوٹے چھوٹے مسائل کو ہمارے لیے پہاڑ بنا دیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ مغربی اور مشرقی پاکستان کے عوام کے درمیان ثقافتی تضاد بہت زیادہ تھا۔ مشرقی پاکستان کے لوگ تہذیب و تمدن، آرٹ، لباس، رہن سہن اور خوراک، الغرض ہر معاملے میں ہم سے جدا تھے۔ ان کی زندگی کروفر سے پاک اور خوراک بالکل سادہ تھی۔ وہاں جوتے بہت مہنگے تھے، اس لیے اکثریت ننگے پاؤں ہوتی تھی۔ تقسیم ہند سے پہلے بنگال کا سیاسی اور ادبی مرکز کلکتہ تھا۔ تقسیم ہند کے بعد بھی بدقسمتی سے بنگال بشمول مشرقی پاکستان کا مرکز کلکتہ ہی رہا۔ بیشتر لٹریچر کلکتہ سے چھپ کر مشرقی پاکستان آتا بلکہ بعض نصابی کتب تک ہندو مصنفین کی لکھی ہوئی تھیں جو سستے داموں مشرقی پاکستان میں بکتی تھیں۔ اسی طرح وہاں کے تعلیمی اداروں میں ہندو اساتذہ کی بڑی تعداد تھی، حد یہ ہے کہ بعض تعلیمی اداروں میں اسلامیات کے اساتذہ بھی ہندو تھے۔ قیام

16 دسمبر

سانحہ مشرقی پاکستان

کی طرح فوج کو اپنوں سے لڑانے کی سازش!!

جنرل (ر) حمید گل کا

''ضیائے حدیث'' کو فکر انگیز انٹرویو

محمد ارسلان حجازی



پاکستان کے بعد ان تمام معاملات کا ازسرنو جائزہ لینے اور ان کی اصلاح کی ضرورت تھی مگر نہ تو ان تمام معاملات کا جائزہ لیا گیا اور نہ ہی ان کی اصلاح کی طرف کوئی توجہ کی گئی۔ بنگالیوں کا ایک طبقہ، جس میں دانشور، سرکاری افسر، اساتذہ، سیاستدان اور اشتراکی شامل تھے، مغربی پاکستان کے بارے میں اچھے جذبات نہیں رکھتے تھے۔ ان ساری چیزوں نے مل کر بنگالی مسلمانوں اور مغربی پاکستان کے لوگوں کے دلوں کے مابین نفرت کے جذبات پیدا کر دیے تھے۔ اس کے علاوہ مشرقی پاکستان میں بنگالی زبان اور بنگالی قومیت کا عنصر بہت مضبوط تھا۔ بنگالیوں کی آبادی ہم سے زیادہ تھی۔ اکثریتی آبادی کو نظر انداز کر کے جب صرف اردو کو قومی زبان کا درجہ دینے کی بات ہوئی تو اس کا ردعمل مشرقی پاکستان میں سخت ترین ہوا۔ بنگالی مسلمانوں کا فوج میں بھرتی ہونے کا رجحان کم تھا۔ اس کے مقابلے میں تینوں مسلح افواج زیادہ تر مغربی پاکستان اور پنجاب کے افراد پر مشتمل تھیں۔ بنگالی مسلمان اگر فوج میں کم تھے اس معاملے میں مغربی پاکستان یا پنجاب کو دوش نہیں دیا جا سکتا، اس لیے کہ تقسیم ہند سے پہلے بھی بنگالی مسلمانوں کا فوج میں بھرتی ہونے کا رجحان کم تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنگالی مسلمانوں کے قد کم تھے۔ بنگالی مسلمانوں کے قد اگرچہ کم تھے لیکن ان کا سیاسی شعور ہم سے بلند تر تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب ایوب خان نے مارشل لا نافذ کیا تو مشرقی پاکستان میں اس کے خلاف شدید ردعمل ہوا۔ اس کے بعد ایوب خان سے جو سب سے بڑی غلطی ہوئی وہ یہ تھی کہ انھوں نے اقتدار یحییٰ خان کے سپرد کر دیا، حالانکہ آئین کی رو سے ایوب خان کو اقتدار سپیکر قومی اسمبلی عبدالجبار خان کے سپرد کرنا چاہیے تھا۔ سپیکر اسمبلی عبدالجبار خان کا تعلق مشرقی پاکستان سے تھا۔ ایوب خان نے اپنے ہی بنائے آئین کی پاسداری نہ کی اور اقتدار یحییٰ خان کے سپرد کر دیا۔ یحییٰ خان نے اقتدار سنبھال کر 25 مارچ 1969ء کو شام 8 بجے اسمبلی توڑ دی، آئین منسوخ کر دیا، مارشل لا نافذ کر دیا اور پھر یہی مارشل لا ملک ٹوٹنے کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

سوال ایوب خان نے ایسا کیوں کیا کہ انھوں نے اپنے ہی بنائے آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اقتدار سپیکر اسمبلی کی بجائے یحییٰ خان کے سپرد کر دیا؟

جواب ایوب خان کو اپنے لیے وفادار جانشین کی ضرورت تھی۔ ان کے خیال میں یحییٰ خان وفادار جانشین ثابت ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ایوب خان نے متعدد سینئر جرنیلوں کی سنیارٹی کو نظر انداز کرتے ہوئے یحییٰ کو چیف آف آرمی سٹاف بنایا تھا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ یحییٰ نے ایوب کو باور کروایا تھا کہ اگر ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا جائے تو فوج آپ کے مخالفین کو صرف دو تین ماہ میں کچل کر اقتدار دوبارہ آپ کے سپرد کر دے گی۔ یحییٰ کا اصل مسئلہ چیف آف آرمی سٹاف بننا تھا۔ جب وہ آرمی چیف بن گیا تو اگلے مرحلے خود بخود اس کے لیے آسان ہوتے چلے گئے اور اس نے آرمی چیف کا عہدہ سنبھالتے ہی چند دنوں میں ایوب خان کو قصر صدارت سے نکال باہر کیا۔ یحییٰ خان کے اقتدار سنبھالنے، آئین معطل کرنے، اسمبلی توڑنے کا مشرقی پاکستان میں ایک دفعہ پھر شدید ردعمل ہوا۔ یہ ردعمل ایوب خان کے مارشل لا نافذ کرنے کے ردعمل سے کہیں زیادہ سخت اور شدید تھا۔ مشرقی پاکستان میں فسادات اور ہنگاموں کا نہ تھمنے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بنگالیوں کی آتشِ غضب بھڑک اٹھی اور مغربی پاکستان کے خلاف ان کی نفرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ مشرقی پاکستان سے تعلق رکھنے والے سپیکر قومی اسمبلی عبدالجبار خان کو اقتدار سپرد نہ کرنے کی جو سنگین آئینی خلاف ورزی کی گئی اس کے نتیجے میں مشرقی پاکستان آگ اور خون میں نہا گیا۔ آگ اور خون کے اس کھیل میں 7 دسمبر 1971ء کو الیکشن ہوئے۔ الیکشن میں عوامی لیگ مشرقی پاکستان سے 162 سیٹوں میں سے 160 سیٹیں حاصل کر کے سب سے بڑی سیاسی جماعت بن کر سامنے آئی۔ مغربی پاکستان سے بھٹو نے کل 61 سیٹیں حاصل کی تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یحییٰ خان اسمبلی کا اجلاس بلاتا اور اراکین اسمبلی خود فیصلہ کر لیتے کہ وزیراعظم کسے ہونا چاہیے لیکن یہاں بھٹو نے اپنا داؤ چلایا اور اس نے یحییٰ کو باور کروایا کہ اسمبلی میں اکثریت مجیب کی ہے اگر تم نے اسمبلی کا اجلاس بلا لیا تو سارے عہدے مجیب لے جائے گا اور تمھارے لیے کچھ نہیں بچے گا، لہٰذا تم اسمبلی کا اجلاس نہ بلاؤ۔ یحییٰ خان نے



پہلے تو اعلان کیا کہ اسمبلی کا اجلاس یکم مارچ کو ہوگا۔ بعدازاں اجلاس ملتوی کرنے کا اعلان کر دیا اور خود لاڑکانہ چلا گیا، وہاں بھٹو اور یحییٰ تین دن تک شراب کی محفلیں سجاتے رہے۔ اس کے بعد بھٹو لاہور آیا تو اس نے منٹو پارک لاہور میں ایک بڑے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے کہا: جو رکن اسمبلی ڈھاکہ جائے گا واپسی پر اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی۔

یحییٰ کے اجلاس ملتوی کرنے اور بھٹو کی لاہور والی تقریر نے مشرقی پاکستان میں جلتی پر تیل کا کام کیا۔ دوسری طرف مشرقی پاکستان کے گورنر ایڈمرل احسن، جو مشرقی پاکستان میں مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بھی تھے، جنرل راؤ فرمان علی خان اور جنرل یعقوب خان نے یحییٰ سے کہا کہ وہ اسمبلی کا اجلاس ملتوی نہ کریں اگر کرنا ہی ہے تو ساتھ ہی دوسری تاریخ کا اعلان کریں مگر یحییٰ نے تینوں کی بات پہ کان نہ دھرے۔ مغربی پاکستان میں صرف بھٹو نے اسمبلی کے اجلاس کے التوا کا خیر مقدم کیا اور عوامی لیگ نے 3 مارچ کو ہڑتال کا اعلان کر دیا۔ یہ پہلا موقع تھا جب عوامی لیگ کے کارکنوں کی فوج کے ساتھ دوبدو جھڑپیں ہوئیں۔ غیر بنگالیوں کا قتل عام شروع ہو گیا، جیلوں سے قیدی فرار کرا دیے گئے۔ 7 مارچ کو شیخ مجیب نے ڈھاکہ میں بہت بڑا جلسہ عام کیا جس میں اس نے مغربی پاکستان کی قیادت کو واضح پیغام دیا کہ اگر مشرقی پاکستان میں فوج استعمال کی گئی تو پھر بنگالیوں کی منزل بنگلہ دیش ہوگی۔

15 مارچ کو یحییٰ ڈھاکہ پہنچا وہاں اس کے شیخ مجیب سے مذاکرات ہوئے اور ایک سمجھوتہ بھی طے پا گیا، اس کے بعد 25 مارچ کو یحییٰ ڈھاکہ سے روانہ ہوا۔ جیسے ہی اس کا طیارہ فضا میں بلند ہوا تو طیارے میں سے ہی اس نے جنرل ٹکا خان کو مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن کرنے کے آرڈر دے دیے۔ جب فوجی آپریشن شروع ہوا تو مکتی باہنی کھلم کھلا فوج کے مقابلے میں آ گئی۔ اس کے بعد بھارت نے اپنی فوجیں داخل کر دیں۔ اس طرح مشرقی خطہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔

سوال مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن کیا گیا، کیا یہ آپریشن اس مسئلے کا آخری حل تھا؟

جواب فوجی آپریشن مشرقی پاکستان کے مسائل کا نہ پہلا حل تھا اور نہ ہی آخری حل تھا۔ یہ ایک غلط فیصلہ تھا جس سے فوج بدنام ہوئی اور نتیجتاً بھارت کو مداخلت کا موقع ملا۔ مشرقی پاکستان کے لوگ ہم سے زیادہ محبِ وطن تھے۔ قیام پاکستان میں مشرقی خطے کے لوگوں کا بنیادی کردار ہے۔ 23 مارچ 1940ء کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں قرارداد پیش کرنے والے مولوی اے کے فضل حق کا تعلق سرزمین بنگال سے تھا۔ یہی قرارداد بعد میں پاکستان کے قیام کا محرک بنی تھی۔ مشرقی پاکستان کے لوگوں کے مسائل فوجی ہرگز نہ تھے بلکہ ان کے مسائل سیاسی اور سماجی نوعیت کے تھے۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ ان مسائل کو سیاسی دور اندیشی، حکمت اور تدبر سے حل کیا جاتا۔ طاقت اور فوجی قوت کا استعمال ہرگز ان مسائل کا حل نہ تھا۔ مزید یہ کہ مسلمان کی مسلمان کے خلاف لشکر کشی شرعی اعتبار سے بھی درست نہیں۔

سوال جنرل صاحب! آپ نے پیچھے یہ بات کہی ہے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے لوگوں میں بہت زیادہ ثقافتی تضاد تھا۔ دونوں خطوں کے درمیان ثقافتی تضاد اپنی جگہ ایک اٹل حقیقت تھی۔ اس کے ساتھ دوسری حقیقت یہ تھی کہ دونوں خطوں کے درمیان ہزار میل کا فاصلہ تھا اور درمیان میں ہندوستان جیسا دشمن ملک تھا۔ مثلاً دونوں خطوں کے درمیان رابطے کے لیے کوئی زمینی راستہ نہ تھا۔ فضائی راستے کا ذریعہ بھی بھارت تھا اور جب مشرقی پاکستان میں حالات حد سے زیادہ خراب ہو گئے تو بھارت نے فضائی راستہ بھی بند کر دیا تھا۔ اس پس منظر میں کیا یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ مشرقی اور مغربی خطے پر مشتمل جو پاکستان بنایا گیا اس کا قیام غیر فطری تھا؟

جواب پاکستان کا قیام غیر فطری نہیں بلکہ ہمارے اپنے اعمال غیر فطری، غیر اسلامی اور غیر اخلاقی تھے۔ پاکستان کا قیام کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے مرہون منت تھا۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پاکستان کلمہ طیبہ کی بنیاد پر قائم ہوا۔ اگر کلمہ طیبہ کا نعرہ نہ لگتا تو پاکستان کبھی بھی بن نہ پاتا۔ یہ کلمہ طیبہ کی برکت تھی کہ برصغیر کے طول و عرض میں بکھرے مسلمان ایک جھنڈے تلے اکٹھے ہو گئے۔ خوشی کی بات یہ تھی کہ ہم نے اسلام کے نام پر ملک حاصل کر لیا لیکن اس کے بعد ہمارا المیہ یہ ہوا کہ ہم اسلام



کے تقاضوں اور ضابطوں کو بھول گئے۔ اسلام نے رنگ، نسل، قومیت، علاقائیت اور لسانیت کی نفی کی ہے۔ اسلام میں برتری کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ آپ مجھے بتائیں قیام پاکستان کے بعد اسلام کی کون سی بات ہے جس پر ہم نے عمل کیا ہو۔ قائد اعظم محمد علی جناح کے بعد اس ملک کو جو بھی قیادت ملی وہ اخلاص سے عاری، اغراض کی شکاری اور دولت کی پجاری تھی۔ قیام پاکستان کے بعد کئی کرنے والے کام تھے جو ہماری لیڈرشپ نہ کر سکی۔ پہلا اور بنیادی کام اسلام کا نفاذ تھا۔ اس لیے کہ اسلام ہی اس ملک کے قیام کی بنیاد بنا تھا اور اسلام ہی ملک کے دونوں خطوں کو باہم مضبوط رکھ سکتا تھا۔ دوسرا کام کرنے والا یہ تھا کہ جس طرح عسکری اعتبار سے مغربی پاکستان کو مضبوط بنایا گیا، اس سے کہیں زیادہ عسکری اعتبار سے مشرقی پاکستان کو مضبوط و مستحکم کرنے کی ضرورت تھی۔ مشرقی پاکستان کو بھی عسکری اعتبار سے مضبوط و مستحکم کیا ہوتا تو اس کے بعد ہمارے لیے یہ بہت آسان کام تھا کہ ہم بھارت جیسے دشمن کو درمیان میں پیس کر رکھ دیتے یا کم از کم اسے اتنا کمزور کر دیتے کہ وہ ہماری طفیلی ریاست بن کر رہ جاتا۔ افسوس ہم اس تھیوری پر عمل کر سکے اور نہ اس موقع سے فائدہ اٹھا سکے جبکہ بھارت موقع سے فائدہ اٹھانے میں کامیاب رہا اور اس نے اپنے دو کندھوں پر سوار پاکستان کو دولخت کر دیا۔

سوال جنرل صاحب! یہ فرمائیں کہ فوجی نقطۂ نظر سے مشرقی پاکستان کے تحفظ کے لیے کیا پلان بنایا گیا تھا؟

جواب یہ بہت اچھا سوال ہے آپ کا۔ فوجی نقطۂ نظر سے مشرقی پاکستان کے تحفظ کا یہ پلان بنایا گیا تھا کہ اگر کسی وقت بھارت مشرقی پاکستان پر حملہ کرتا تو جواب میں ہم نے مغربی پاکستان سے اس پر حملہ کرنا تھا، اس حملے کا مقصد یہ تھا کہ بھارت کی توجہ دو محاذوں پر مبذول کر کے مشرقی پاکستان سے پریشر کو ریلیز کرنا تھا۔ مشرقی پاکستان کے تحفظ کے لیے یہ پیش بندی کی گئی تھی جو کہ میں سمجھتا ہوں بہت مناسب تھی۔ بہر کیف پیش بندی تو بہت اچھی تھی لیکن عملاً سب کچھ اس کے برعکس ہوا۔ اس لیے کہ اس وقت کی ہماری سیاسی اور فوجی قیادت ملک کے دفاع کے لیے مخلص نہ تھی۔ سقوط ڈھاکہ سے تقریباً 22 دن قبل بھارت نے مشرقی پاکستان میں غیر علانیہ جنگ ہم پر مسلط کر دی۔ اس وقت مغربی پاکستان میں ملٹری آپریشن ڈائریکٹر بریگیڈیئر ریاض خان تھے۔ وہ مغربی پاکستان کی طرف سے بھارت پر حملے کی تفصیلات سے آگاہ بھی تھے اور بہت پرجوش بھی تھے۔ مگر ہمارا GHQ آخر وقت تک تساہل سے کام لیتا رہا۔ جب بریگیڈیئر ریاض کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو یہ یحییٰ خان کے ساتھ ملاقات کے لیے گئے۔ اس وقت یحییٰ خان سیالکوٹ سیکٹر کا دورہ کر کے ایئر پورٹ پہنچا تھا۔ یہ ایئر پورٹ گئے تو وہاں جنرل حمید خان جو چیف آف آرمی سٹاف اور یحییٰ کا نائب تھا اس نے کہا: پریذیڈنٹ اس وقت تھکے ہوئے ہیں، لہٰذا اس وقت ان سے بات کرنا مناسب نہیں۔ اس کے بعد GHQ میں مشرقی پاکستان کی صورت حال کے بارے ایک اجلاس ہوا، اس اجلاس میں بھی یحییٰ خان غیر سنجیدہ رہا بلکہ اس نے یہاں تک کہہ دیا: میں مشرقی پاکستان کے لیے دعائے خیر کے علاوہ کر ہی کیا سکتا ہوں۔ اس دوران مغربی پاکستان کی طرف سے بھارت پر چند چھوٹے چھوٹے حملے کیے گئے۔ 3 دسمبر کو راجستھان کے صحرا کی طرف سے ایک بڑا حملہ کیا گیا۔ اس حملے کی منصوبہ بندی اتنی ناقص تھی کہ ناکام ہو گیا۔ 3 دسمبر کے حملے تک بھارت مشرقی پاکستان کے بڑے حصے پر قابض ہو چکا تھا۔

سوال جنرل صاحب! کیا وجہ ہے کہ مشرقی پاکستان میں ہمارے فوجی جوان شہید ہو رہے تھے، ملک دولخت ہوتا صاف دکھائی دے رہا تھا مگر مغربی پاکستان سے بھارت پر حملہ کرنے میں پس وپیش سے کام لیا جاتا رہا؟

جواب اس کی وجہ یہ تھی کہ یحییٰ اور اس کے ساتھی شراب کے نشے میں مدہوش تھے۔ ان کا سرے سے لڑنے کا کوئی ارادہ ہی نہ تھا۔ یحییٰ خان اور اس کے ساتھی کس حد تک غیر سنجیدہ تھے اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ 11 دسمبر کو لاہور کور کمانڈر نے ایک کانفرنس بلائی۔ اس کانفرنس میں جنرل ٹکا خان کے علاوہ بہت سے سینئر افسران اور جرنل شریک ہوئے۔ سب نے چیف آف آرمی سٹاف جنرل حمید خان کو شرکت کی دعوت دی۔ جنرل حمید خود تو شریک نہ ہوا البتہ اس نے جنرل گل حسن کو شرکت کے لیے بھیجا۔ سب نے گل



حسن کو معاملے کی سنگینی کا احساس دلایا اور فوری طور پر بھارت پر بڑا حملہ کرنے کی اجازت طلب کی۔ گل حسن نے بات ایک جملے میں ختم کر دی: ''24 گھنٹے میں مَیں آپ کو مطلع کر دوں گا۔'' گل حسن یہ کہہ کر رخصت ہو گیا اور باقی جنرل اس کے جواب کا انتظار ہی کرتے رہ گئے۔ یہاں تک کہ 14 دسمبر آ گیا۔ پھر بھی مغربی پاکستان کی طرف سے کچھ نہ ہوا۔ واضح رہے کہ یحییٰ خان، جنرل گل اور جنرل حمید خان حسن بھٹو کے دوست تھے۔

آخر وہ منحوس دن آ گیا جب 16 دسمبر کی صبح بھارتی دستے بغیر کسی مزاحمت کے ڈھاکہ میں فاتحانہ شان کے ساتھ داخل ہو گئے۔ یہ ایک عظیم سانحہ اور المیہ تھا۔ اپنوں نے دشمنوں کے ساتھ مل کر ملک کو دولخت کرنے کا جو پروگرام بنایا وہ اس میں کامیاب ہو گئے۔ بدقسمتی سے اس مذموم سازش میں ہماری سیاسی قیادت بھی شامل تھی اور اس وقت کی فوجی قیادت بھی شامل تھی۔

سوال مشرقی پاکستان کی شکست کے مغربی پاکستان میں کیا اثرات تھے؟

جواب اس شکست کے اثرات صرف مغربی پاکستان ہی میں نہیں مشرقی پاکستان میں بھی تھے۔ یہ درست ہے کہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کو مغربی پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت سے بہت سی شکایات تھیں۔ لیکن مشرقی پاکستان میں جس طریقے سے بے گناہ لوگوں کا بے دریغ قتل عام ہوا اور پھر اس کے بعد بھارتی فوجیوں اور سویلین بھارتی ہندوؤں نے جو لوٹ مار کی یہ سب سنجیدہ اور محبِ وطن بنگالیوں کے لیے ناقابل قبول تھا۔ یہی وجہ تھی کہ 16 دسمبر کی رات ہزارہا بنگالی مسلمان جنگلوں کی طرف نکل گئے، دھاڑیں مار مار کر روتے رہے۔ یہ سب فریاد کناں تھے کہ اے اللہ! ہم نے کس مسلمان ریاست کے خواب دیکھے تھے اور یہ ہمارے ساتھ کیا بنا ہے۔ جہاں تک مغربی پاکستان کا تعلق ہے یہاں افواج پاکستان کے نچلے افسر، عام فوجی جوان اور عوام الناس اس شکست سے بہت ہی افسردہ اور دل آزردہ تھے۔ مگر بھٹو، یحییٰ، گل حسن اور نیازی جیسے بے شمار جرنیل ایسے بھی تھے جن کے چہروں پر خفت و ندامت کے کوئی آثار نہ تھے، مثلاً: جنرل نیازی شکست کے وقت اپنا ریوالور جنرل اروڑہ سنگھ کو دے آیا لیکن ایسٹرن کمانڈ کا جھنڈا پاکستان لے آیا تھا۔ 1974ء کے وسط میں جب جنرل نیازی کو GHQ میں سپیشل کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ بڑی شان سے اپنی گاڑی پر ایسٹرن کمانڈ کا وہی جھنڈا لہراتا ہوا آیا، حالانکہ نہ تو اس وقت ایسٹرن کمانڈ کا وجود تھا اور نہ جنرل نیازی اس کمان کے کمانڈر تھے۔

سوال 16 دسمبر کے سانحہ کے ذمہ داروں کا احتساب کیوں نہ ہوسکا؟

جواب احتساب تو ہوا تھا کچھ فوجی سطح پر اور کچھ عوامی سطح پر، البتہ یہ بات درست ہے کہ جتنا بڑا المیہ تھا اس اعتبار سے احتساب نہ ہوسکا۔ عوامی سطح پر بپھرے لوگوں نے اس وقت کی فوجی قیادت کے خلاف جلوس نکالے۔ پشاور میں یحییٰ خان کا گھر نذرِ آتش کر دیا گیا۔ کھاریاں چھاؤنی میں فوجی افسروں نے بغاوت کر دی۔ ان کا مطالبہ تھا کہ شکست کے ذمہ دار فوجی جرنیلوں کو سزا دی جائے۔ اس کے علاوہ فوجی افسروں کے محاسبہ کے لیے سپیشل کمیٹی بنائی گئی، اس کمیٹی کی سفارش پر کئی فوجی افسر برطرف کیے گئے۔ البتہ سانحہ کے مرکزی کردار اس کمیٹی کی پہنچ سے باہر تھے۔ جیسے جنرل یحییٰ خان، فوج کے چیف آف سٹاف جنرل حمید خان، جنرل یحییٰ کے پرنسپل سٹاف آفیسر جنرل پیرزادہ اور جنرل گل حسن۔ ان سب کا محاسبہ بھٹو کر سکتے تھے جو اس وقت سویلین مارشل لا ایڈمنسٹریٹر اور بعد میں ملک کے صدر بنے۔ یہ سب بھٹو کے ذاتی دوست اور اس کی شراب و کباب کی محفلوں کے ساتھی تھے۔ جب بھٹو صدر بنا تو جنرل پیرزادہ کی بیوی نے مٹھائی تقسیم کی تھی۔ جنرل گل حسن کو آسٹریا میں سفیر مقرر کر دیا گیا اور باقی کو نظر بندی کے نام پر تحفظ دے دیا گیا۔ بھٹو نہیں چاہتا تھا کہ یحییٰ، حمید خان اور پیرزادہ میڈیا کے ساتھ ناگفتنی باتیں کریں۔ پھر سب سے بڑھ کر بھٹو کی اپنی ذات تھی جو یحییٰ کے بعد ملک کو توڑنے کا دوسرا بڑا کردار تھا۔ میں یہ بات یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس وقت سانحہ مشرقی پاکستان کے ذمہ داران کا احتساب ہو جاتا تو آج ہمارا ملک ان حالات سے دوچار نہ ہوتا۔

سوال یہ فرمائیں کہ سانحہ مشرقی پاکستان کا بھارت سے بدلہ چکانے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟



جواب سانحہ مشرقی پاکستان کا بدلہ لینا ہم پر فرض ہے۔ قرآن کا واضح حکم ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ﴾ ''تم پر بدلہ لینا فرض ہے۔'' (البقرۃ 2: 178) رہی یہ بات کہ ہم بدلہ کیسے لیں تو اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ اپنی غلطیوں کی اصلاح کریں۔ خود کو اسلامی اقدار کے مطابق ڈھالیں، پاک فوج میں بڑی خیر ہے اسے اسلام کا رنگ دیں، کشمیری مجاہدین کی مکمل مدد وحمایت کریں، بھارت کے اندر اپنا اثرورسوخ بڑھائیں، وہاں علیحدگی پسندوں کے ساتھ تعاون کریں۔ جو طریقہ بھارت نے ہمارے ساتھ اختیار کیا وہی ہم اس کے ساتھ اختیار کریں۔ مشرقی پاکستان واضح اور یقینی طور پر ہمارا حصہ تھا، اس کے باوجود بھارت نے وہاں علیحدگی کے جراثیم بوئے اور ایسا کرتے وقت بین الاقوامی قوانین کی بھی اس کو پروانہ تھی تو ہم پروا کیوں کریں۔

سوال بعض حلقے کہتے ہیں کہ بلوچستان ہمارے لیے دوسرا مشرقی پاکستان بنتا جارہا ہے؟

جواب ایسی کوئی بات نہیں، بلوچستان اور مشرقی پاکستان کے حالات و واقعات اور جغرافیہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ مشرقی پاکستان میں عوام پاک فوج کے خلاف ہو گئے تھے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ دنیا کے کسی خطے میں فوج اپنی عوام کے خلاف کبھی نہیں لڑسکتی ہے۔ بلوچستان میں عوام فوج کے خلاف نہیں ہیں بلکہ امریکہ اور بھارت کی مداخلت ثابت ہوچکی ہے۔ اس وقت اصل مسئلہ ہمارے لیے بھارت نہیں بلکہ امریکہ ہے۔ بھارت امریکہ کی کھونٹی پر بندھا ناچ رہا ہے۔ لیکن اب اللہ کے فضل سے امریکہ اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔ اس لیے کہ امریکہ واضح طور پر شدید قسم کے معاشی بحرانوں میں گھر چکا ہے۔ مسلسل جنگوں اور دوسرے خطوں پر جارحیتوں نے امریکہ کا تپانچہ کر دیا ہے۔ معاشی بحرانوں اور امریکی حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ 20 امریکی ریاستوں نے علیحدگی کی پیشین گوئیاں دائر کر دی ہیں۔ امریکہ میں اس وقت معاشی صورت حال یہ ہے کہ کچھ ریاستیں معاشی طور پر بہت مستحکم اور مالدار ہیں جبکہ کچھ ریاستیں مفلوک الحال ہیں۔ جو ریاستیں معاشی طور پر مستحکم ہیں ان کے عوام سمجھتے ہیں کہ مفلوک الحال ریاستیں ہمیں لوٹ رہی ہیں اور ہمارے وسائل پر عیاشی کر رہی ہیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ ہم ان کنگال ریاستوں سے جان چھڑالیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ امریکہ اس وقت اندرونی طور پر شدید قسم کے معاشی بحران سے دوچار ہے۔ کل تک امریکی حکمران جو سلوک دوسروں کے ساتھ کرتے تھے آج وہ خود اس سلوک سے دوچار ہو رہے ہیں۔ امریکہ کے کمزور و غیر مستحکم ہونے اور ٹوٹنے میں دنیا کی بہت سی قوموں کی بھلائی ہے اور پاکستان بھی ان ملکوں میں شامل ہے۔

سوال ایک ملٹری آپریشن مشرقی پاکستان میں ہوا تھا اور ایک ملٹری آپریشن وزیرستان میں ہوا ہے۔ آپ اس آپریشن کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب مشرقی پاکستان میں ہونے والا آپریشن انٹرنیشنل سازش تھی اور آج جو ہو رہا ہے یہ بھی عالمی سازش ہے۔ آج پھر پاک فوج کو وزیرستان، بلوچستان اور کراچی میں الجھانے اور اپنوں سے لڑانے کی سازش ہورہی ہے۔ 1971ء میں جن عناصر نے فوج کو مشرقی پاکستان میں الجھایا انھی کے جانشین آج بھی اقتدار کے ایوانوں میں بیٹھے ہیں۔ اس سازش میں امریکہ، بھارت، اسرائیل اور نیٹو شامل ہیں۔ اس سازش کا مقصد ہمارے ایٹمی اثاثوں پر قبضہ ہے۔ میں ان طاقتوں اور عناصر کو بتانا چاہتا ہوں کہ 1971ء اور آج کے پاکستان میں بہت فرق ہے۔ ان شاء اللہ یہ طاقتیں اور ان کے آلہ کار ناکام ہوں گے۔

سوال سانحہ مشرقی پاکستان میں ہمارے لیے کیا سبق ہے؟

جواب ہمارے لیے سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ ہمیں اپنی میراث کی طرف واپس لوٹنا ہوگا۔ ہماری میراث جرأت، بہادری، شجاعت، دلیری، ایمان، تقویٰ اور جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ ہماری میراث باہمی محبت اور بھائی چارہ ہے۔ مسلمان کا قتل مسلمان پر حرام ہے۔ اللہ کے نبی نے عبداللہ بن اُبَیّ جیسے منافق شخص کو قتل نہیں کروایا تھا تو ہمیں کس نے اجازت دی تھی کہ ہم مشرقی پاکستان میں اپنے کلمہ گو بھائیوں کا قتل کرتے۔ ہمارے لیے سب سے بڑا سبق یہ ہے کہ ہم بھائی بھائی بن جائیں۔ قومیت، لسانیت، صوبائیت اور علاقائیت کے نام پر ایک دوسرے کو تقسیم نہ کریں۔ تمام اختلافات کو ختم کر کے ایک ہو جائیں۔



سیدنا عیسیٰ علیہ السلام

عیسائیوں کے ہیں کہ ہمارے؟

25 دسمبر ولادتِ عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے عیسائیوں کے نام ایک اہم پیغام

سیدھی سی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ باپ اور ماں دونوں کے بغیر بھی پیدا فرما سکتا ہے جیسا کہ اس نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور بغیر باپ کے بھی پیدا فرمانے پر قادر ہے جیسا کہ اس نے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ قرآنِ مجید نے بڑے آسان اور سادہ لفظوں میں اس کی وضاحت فرمائی: ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ﴾ ''بیشک اللہ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی سی ہے، اللہ نے انھیں مٹی سے پیدا کیا۔'' (آل عمران 3: 59)

''اسی طرح سورۂ مریم میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا تفصیل سے ذکر فرمایا ہے: ''جب فرشتے نے مریم علیہا السلام کو پاکیزہ بیٹے کی بشارت دی تو مریم علیہا السلام کے اس اعجاب پر کہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ تک نہیں لگایا نہ میں ایسی ویسی ہوں! فرشتے نے جواب دیا: اسی طرح ہوگا۔ آپ کے رب نے کہا ہے کہ یہ مجھ پر آسان ہے اور میں اسے لوگوں کے لیے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بناؤں گا۔ اور یہ کام پورا ہو کر رہے گا۔'' (مریم 19:20-21) اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو روح قرار دیا، یعنی اللہ کی طرف سے پھونک کے نتیجے میں ان کی ولادت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور مریم بنت عمران جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اس نے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔'' (التحریم 66:12) پیغمبر ﷺ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اس عقیدے کو اہمیت دیتے ہوئے فرمایا: ''جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بھی اس کے بندے اور رسول ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے مریم علیہا السلام کی طرف القاء کیا اور اس کی طرف سے روح (پھونک) ہیں اور یہ عقیدہ رکھا کہ جنت اور جہنم برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل کرے گا، خواہ اس کے عمل کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔'' (صحیح البخاري: 3435) جب سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی مذکورہ آیات شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں پڑھیں تو وہ اور وہاں موجود پادری آنسو بہانے لگے۔ اور نجاشی اس اقرار پر مجبور ہو گیا کہ ''اللہ کی قسم! جو وحی موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے وہ اور یہ ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔'' (مسند أحمد: 1/202,203) اور وہ مسلمان ہو گیا۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے متعلق جس نے بھی حقیقت پسندانہ جائزہ لیا تو اس نے اللہ کی قدرت کے سامنے اپنی عقل کے گھوڑوں کو نہیں دوڑایا۔ مگر پوری عیسائیت عقیدۂ تثلیث کو بنیاد بنا کر گمراہی میں ڈوبی ہوئی ہے اور یہ آسان سی بات اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی کہ اللہ بغیر باپ کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔

عیسائی ہر سال 25 دسمبر کو ولادتِ عیسیٰ علیہ السلام کے طور پر مناتے ہیں۔ سوچنے والی بات ہے کہ جو خود پیدا ہوا وہ خدا کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم سن 2012ء سے گزر رہے ہیں گویا عیسیٰ علیہ السلام 2012ء سال پہلے پیدا ہوئے تو اس سے پہلے کے زمانے کا الٰہ اور معبود کون تھا؟ یا اگر عیسیٰ علیہ السلام تین میں سے ایک معبود ہیں تو عیسیٰ علیہ السلام کی کمی کون پوری کرتا تھا؟ اور اگر نعوذ باللہ من ذالك اللہ تعالیٰ کو اپنی اولاد کی ضرورت یا احتیاج ہوتی تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے قبل اتنا طویل عرصہ کیوں اولاد کے بغیر رہتا۔ کیا یہ دونوں اہم سوال نہیں مگر عالم عیسائیت ان کا جواب دینے سے قاصر ہے۔

اناجیل اربعہ کا مطالعہ کیا جائے تو ان میں کسی نہ کسی صورت میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک آنے والے کی بشارت یا اشارہ موجود ہے۔ اگر یہ ''آنے والے'' نبی کریم ﷺ نہیں تو اور کون ہیں؟ کیا عالم عیسائیت کے پاس اس کا جواب موجود ہے؟ عیسائیت کی یہی بے بنیاد باتیں عیسائیوں کو اسلام کی

طرف راغب کرتی ہیں۔ یہود و نصاریٰ کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کی طرح تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر ایمان لائیں اور کشادہ ظرفی کا مظاہرہ کریں۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول: جس طرح عیسائیت ولادت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گمراہی کا شکار ہوئی اسی طرح آسمان پر اٹھائے جانے میں بھی راہ سے ہٹی ہوئی ہے۔ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو سولی چڑھائے جانے کا موقف اپنائے ہوئے ہے۔ اس سے پہلے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو اور ان کے نزول سے عیسائیوں کی تردید ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام تو زندہ تھے اب دوبارہ آ گئے ہیں، عیسائیوں کو اپنے اس غلط موقف سے دستبردار ہو جانا چاہیے۔

یہود و نصاریٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی علاماتِ قیامت پر یقین رکھتے ہیں، یقین نہ بھی رکھیں تو کھلی آنکھوں سے وہ نبوی پیش گوئیوں کا مشاہدہ کر رہے ہیں کہ وہ پوری ہو رہی ہیں تو قیامت کی ایک بڑی علامت، یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دجال کا قتل اس پر بھی یقین کر لیں تاکہ اس وقت کی عیسائیت کو شرمندگی، ندامت اور حسرت نہ ہو۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے نازل ہونا ہے۔ اس بارے میں سکہ بند احادیث موجود ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی بیان فرمایا ہے: ﴿وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝﴾ ''بے شک وہ (عیسیٰ علیہ السلام) البتہ قیامت کی ایک نشانی ہیں، لہٰذا تم (ان کے آنے میں) شک نہ کرو اور میری پیروی کرو۔ یہی ہے سیدھا راستہ اور شیطان ہرگز تمھیں (اس سے) نہ روکے۔ یقیناً وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔'' (الزخرف 43:61-62) اگر عیسائی قرآنِ مجید کو اللہ کی کتاب نہیں بھی سمجھتے تو پھر بھی دعوت فکر سمجھ کر ان آیات پر غور تو کریں۔ ان میں اخلاص، ہمدردی اور مخلصانہ جذبات کو تو نظر انداز نہ کریں اور شیطان کو حائل نہ ہونے دیں۔

نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کی حکمتیں: بعض اربابِ علم و تحقیق نے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمتیں تلاش کرنے کی کوشش کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ہی کیوں دوبارہ نازل ہوں گے کوئی اور پیغمبر کیوں نہیں؟ اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھا لیے گئے وہ زندہ ہی ہیں اس وجہ سے وہی دوبارہ آ سکتے ہیں۔

- نزول عیسیٰ علیہ السلام میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ یہود کی تردید و تکذیب ہو کیونکہ وہ اپنے موقف کے مطابق سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیے بیٹھے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو یہودیوں کے اس موقف کی تردید ہو جائے گی کہ یہ تو واقعی قتل نہیں ہوئے تھے اور قرآن کی سچائی بھی ثابت ہو جائے گی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام ہی یہود کے سردار دجال کو قتل کریں گے۔
- سیدنا عیسیٰ علیہ السلام امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام کی فضیلت سے آگاہ تھے، لہٰذا انھوں نے اللہ سے دعا کی کہ اللہ انھیں امت محمدیہ میں شمار کر لے تو اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں باقی رکھا اور وہ نازل ہوں گے اور اسلام کو سربلند کریں گے۔
- عیسائیت کی پوری بنیاد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بابت غلط عقائد و نظریات پر استوار ہے، اس لیے عیسیٰ علیہ السلام ان کے غلط موقف کی تردید اور جھوٹے دعووں کی قلعی کھولنے کے لیے نازل ہوں گے۔ (ملاحظہ کیجیے اشراط الساعۃ لیوسف الوابل، ص:355-357)

سیدہ مریم، سیدنا عیسیٰ علیہما السلام اور امت مسلمہ: قرآن مجید میں خواتین میں سے سب سے زیادہ تذکرہ مریم علیہا السلام کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے 34 مرتبہ نام لے کر ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور باقاعدہ ان کے نام کی ایک سورت بھی ہے۔ اسی طرح سورۂ آل عمران میں آل عمران سے مراد یہی مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ اور قرآنِ مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کا 25 مرتبہ نام لے کر ذکر کیا گیا ہے۔ یقیناً یہ اس لیے ہے کہ ان کا ذکرِ خیر ہوتا رہے اور ان کے ناموں اور کارناموں سے دنیا آگاہ ہوتی رہے اور اس خانوادے کو بھی مسلمان اپنا ہی سمجھیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان اپنے بچوں کے نام عیسیٰ بھی رکھتے ہیں اور مریم تو بہت سی مسلمان خواتین کا نام ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانِ مبارک کس قدر حقیقت افروز ہے کہ: «اَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِعِيْسَى ابنِ مَرْيَمَ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ» ''میں دنیا و آخرت میں عیسیٰ ابن مریم کے قریب تر ہوں۔'' (صحيح البخاري:3443) لہٰذا جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر اسلام کے قریب ہیں تو مسلمانوں سے بھی قریب ہیں۔ پیچھے رہ گئے عیسائی!! کیا وہ بھی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی لاج رکھیں گے؟ عیسائیوں کی عید پر ہمارا یہ پیغام ان کے نام ہے۔



جن اور شیاطین سے تحفظ! مگر کیسے؟

مولانا محمد اجمل بھٹی، ریسرچ فیلو دارالسلام



جیسا کہ ہم سب کے مشاہدے میں ہے کہ جادوٹونے اور تعویذات کا مکروہ کاروبار عروج پر ہے۔ کالے علم کی کاٹ کے ماہر بنگالی باوے، سفلی علم کے دعویدار اور دولت ایمان کے لٹیرے نجومی گلی گلی، شہر شہر دکانیں سجائے بیٹھے ہیں جنھوں نے گھروں میں نااتفاقی، کاروباری بربادیاں اور خاندانی الفت ومحبت کا قتل عام شروع کر رکھا ہے۔ ان کے شر سے بچنے کے لیے درج ذیل شرعی علاج اور احتیاطی تدابیر اپنائیں۔ کوئی جادوگر، حاسد یا دشمن آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

① اللہ رب العزت پر پختہ ایمان

ہر مسلمان کا یہ ایمان ہونا ضروری ہے کہ مشکل کشا، حاجت روا، بگڑی بنانے والا اور الجھے معاملات سنوارنے والا صرف اور صرف ایک اللہ ہے۔ یہ ایمان دنیاوی مصائب سے بچنے اور اخروی عذاب سے نجات کے لیے بے حد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ ”اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی بھی اسے دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر اللہ آپ کو کوئی فائدہ اور نفع دینا چاہے تو اس کے فضل کو روکنے والا کوئی نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس فضل سے نوازتا ہے اور وہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔“ (یونس 107:10)

② حرام کاموں اور حرام چیزوں سے بچنا

اگر آپ اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچنا چاہتے ہیں تو ہر حرام چیز، مثلاً: سود خوری، شراب نوشی، زنا کاری اور فحاشی وعریانی سے فوراً رک جائیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ ”جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرے تو وہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور وہ اسے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔“

(الطلاق 2:65، 3)



③ اللہ کی ذات پر بھروسا کرنا

اگر آپ کو کوئی جسمانی یا روحانی تکلیف آجائے یا کسی مشکل میں پھنس جائیں تو دھوکے باز عاملوں کے جال میں نہ پھنسیں بلکہ اپنے خالق و مالک پر یقین و بھروسا کر کے اس سے التجائیں کریں، ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾

''اور جو شخص اللہ پر بھروسا کرتا ہے تو اسے وہی (اللہ) کافی ہے۔'' (الطلاق 3:65)

④ گناہ چھوڑ کر نیک اعمال کرنا

انسانی مصیبتوں اور دکھوں کی ایک اہم وجہ گناہ ہیں، اس لیے ان سے بچنا چاہیے۔ ارشاد حقانی ہے:

''جو شخص نیک عمل کرے گا، مرد ہو یا عورت جبکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو (دنیا میں) پاک (اور آرام کی) زندگی سے زندہ رکھیں گے اور آخرت میں ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔''

(النحل 16:97)

⑤ نمازوں کی حفاظت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً درمیانی نماز (عصر) کی۔''

(البقرۃ 2:238)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور ذمے میں آجاتا ہے۔'' (صحیح مسلم:657)

⑥ گھر کو کتوں اور جاندار اشیاء کی تصاویر سے صاف رکھنا

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جس گھر میں کتا یا تصاویر ہوں اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔'' (صحیح مسلم:2106)

لہٰذا جس گھر میں رحمت کے فرشتے داخل نہ ہوں گے تو وہاں جنات اور شیاطین ہی بسیرا کریں گے۔

⑦ صدقہ وخیرات کرنا

پریشانی، تکالیف اور بیماریوں سے نجات کے لیے صدقہ خیرات کریں اور اللہ کی رحمت سے صحت وعافیت حاصل کریں۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''اپنے مریضوں کا علاج صدقہ وخیرات کے ذریعے سے کرو۔''

(صحیح الجامع:3358)

⑧ بکثرت تلاوت کلام پاک اور ذکر کرنا

مسنون اذکار کو اپنا معمول بنائیں تاکہ رحمت باری تعالیٰ آپ کا مقدر بنے۔ ذکر الٰہی شدید مشکلات سے نجات کا شاندار نسخہ ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں گرفتار ہوئے تو ذکر الٰہی سے انھیں نجات نصیب ہوئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اگر وہ تسبیح نہ کرتے تو قیامت کے دن تک مچھلی کے پیٹ ہی میں ٹھہرے رہتے۔''

(الصافات 37:143,144)

نیز ارشاد فرمایا: ''اور جو بھی رحمان کے ذکر سے اندھا ہوا (غافل ہوگیا) ہم اس کے لیے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کا ہم نشیں بن جاتا ہے۔'' (الزخرف 43:36)

⑨ سورۂ بقرہ کی تلاوت کرنا

اگر آپ کے گھر میں جادو کی شکایت موجود ہے تو روزانہ سورۂ بقرہ کی تلاوت کریں اور ٹیپ ریکارڈ یا کمپیوٹر پر سورۂ بقرہ کی تلاوت لگا دیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ (کہ نفل نماز پڑھو نہ تلاوت کرو) بے شک شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جاتی ہے۔'' (صحیح مسلم:780)

⑩ سوتے وقت آیت الکرسی پڑھنا

اپنے قیمتی سامان اور بچوں کو آیت الکرسی کا دم کریں اور رات بستر پر لیٹتے وقت آیت الکرسی ضرور پڑھیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے اناج کی حفاظت پر مقرر کیا تو انھوں نے ایک چور کو مسلسل تین راتیں گرفتار کیا۔ آخری رات اس نے رہا کرنے کے عوض یہ وظیفہ بتایا کہ جب تم بستر پر لیٹو تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو اس سے تیرے ساتھ اللہ رب العزت کی طرف سے ایک نگہبان (فرشتہ) مقرر ہو جائے گا اور صبح تک شیطان تیرے قریب بھی نہ پھٹکے گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کو سنایا تو آپ نے فرمایا: ''ابوہریرہ! اس نے تم سے سچ کہا، حالانکہ وہ بہت جھوٹا ہے، تیرا وہ چور شیطان تھا۔'' (صحیح البخاري:2311)

⑪ عجوہ کھجور سے سحر کا علاج

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

''جس شخص نے صبح کے وقت سات عجوہ کھجوریں کھائیں اسے اس دن کوئی زہر یا جادو نقصان نہیں دے سکے گا۔''

(صحیح البخاري:5445)



⑫ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت

یہ ہر قسم کی موذی اشیاء سے بچنے کا بے مثال وظیفہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتیں جو شخص رات کو پڑھ لے تو وہ اسے (ہر موذی چیز کے شر سے بچانے کے لیے) کافی ہوں گی۔''

(صحيح البخاري:5040)

﴿ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ o لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''رسول (ﷺ) اس (ہدایت) پر ایمان لائے ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ان پر نازل کی گئی ہے اور سارے مومن بھی، سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں:) ہم اس کے رسولوں میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے اور وہ کہتے ہیں: ہم نے (حکم) سنا اور اطاعت کی، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔ اللہ کسی کو اس کی برداشت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا، کسی شخص نے جو نیکی کمائی اس کا پھل اسی کے لیے ہے اور جو اس نے برائی کی اس کا وبال بھی اسی پر ہے۔ اے ہمارے رب! اگر ہم سے بھول چوک ہو جائے تو ہماری گرفت نہ کر۔ اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔ اے ہمارے رب! جس بوجھ کو اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں وہ ہم سے نہ اٹھوا اور ہم سے درگزر فرما اور ہمیں بخش دے، اور ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا کارساز ہے، پس تو کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔''

(البقرة 2:285، 286)

⑬ صبح وشام سورۂ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت

صبح سے شام اور شام سے صبح تک اللہ رب العزت کی خصوصی حفاظت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ سورتیں تلاوت کریں:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ o اَللّٰهُ الصَّمَدُ o لَمْ يَلِدْ o وَلَمْ يُوْلَدْ o وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾ ''آپ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی کوئی اس کا ہم پلہ ہے۔''

(الأخلاص 112:1-4)

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ o مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ o وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ o وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ o وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾ ''آپ کہہ دیجیے! میں پناہ میں آتا ہوں صبح کے رب کی، اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ چھا جائے اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔'' (الفلق 113:1-5)

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ o مَلِكِ النَّاسِ o اِلٰهِ النَّاسِ o مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ o الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ o مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴾ ''(آپ) کہہ دیجیے! میں پناہ میں آتا ہوں لوگوں کے رب کی، لوگوں کے بادشاہ کی، لوگوں کے معبود کی، وسوسہ ڈالنے والے شیطان سے جو ہٹ ہٹ کر آنے والا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جنوں میں سے ہو خواہ انسانوں میں سے۔''

(الناس 114:1-6)

حضرت عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تم صبح وشام تین تین بار قل هو الله احد اور معوذتین (قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس) پڑھ لیا کرو تو تمھیں یہ ہر چیز کے شر سے کافی ہوں گی۔''

(سنن أبي داود:5082)

⑭ حادثات سے بچاؤ کا خصوصی وظیفہ

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص یہ دعا صبح تین بار پڑھے تو شام تک اسے کوئی مصیبت و پریشانی نہیں ہوتی اور جو شخص شام کو یہ تین بار پڑھ لے تو صبح تک اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔: ((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ)) ''اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کی برکت سے زمین و آسمان میں کوئی چیز تکلیف نہیں دے سکتی اور وہ خوب سننے والا،



خوب جاننے والا ہے۔" (سنن أبي داود:5088، وجامع الترمذي:3388)

⑮ ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیے

ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا نہ بھولیں، کیونکہ اس کے پڑھنے سے شیطان ذلیل ہوجائے گا اور آسمانی برکات حاصل ہوں گی۔ ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ سواری پر سوار تھا کہ اچانک اسے ٹھوکر لگ گئی، میں نے کہا: شیطان کا ستیاناس ہو (رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کو ٹھوکر لگا دی۔) آپ ﷺ نے فرمایا: "شیطان کا ستیاناس نہ کرو کیونکہ جب تم ایسا کہتے ہو تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتا، حتی کہ پھول کر ایک گھر جتنا موٹا ہوجاتا ہے۔ بلکہ ایسے موقع پر تم "بسم اللہ" کہا کرو۔ جب تم "بسم اللہ" کہو گے تو وہ مکھی کی مانند حقیر و ذلیل ہوجائے گا۔"

(سنن أبي داود:4982)

⑯ اعوذ باللہ پڑھنا

آپ نماز پڑھ رہے ہوں، پریشان ہوں یا برا خواب دیکھیں، جس وقت بھی شیطانی وسوسہ آئے یا شیطانی شر کا خطرہ محسوس ہو تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ تین بار پڑھ کر بائیں جانب تھتکار دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اگر شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ سے پناہ طلب کرو، یقیناً وہ بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

(حٰمٓ السجدة 41:36)

⑰ زہریلی اور موذی چیزوں سے تحفظ

اپنی رہائش گاہ، دوران سفر کسی منزل پر ٹھہرنے یا کہیں عارضی طور پر رکنے پر یہ وظیفہ ضرور پڑھیں، اس سے آپ سانپ، بچھو اور دیگر زہریلی چیزوں اور جادوئی اثرات سے محفوظ رہیں گے۔ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: اللہ کے رسول! رات مجھے بچھو نے ڈنک مارا ہے جس سے میں سخت تکلیف میں ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "خبردار! اگر تم شام کے وقت:

«اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ»

"میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا ہے۔" پڑھ لیتے تو کوئی بچھو تمھیں ہرگز ڈنک نہ مارتا۔"

(صحیح مسلم:2709)

لہٰذا جس جگہ بھی شام کے وقت موجود ہوں وہاں یہ دعا ضرور پڑھنی چاہیے۔

⑱ دن بھر جنوں سے بچنے کا وظیفہ

علاج کے ساتھ ساتھ ثواب بھی کمائیں، رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "جو شخص یہ وظیفہ دن میں سو بار پڑھ لے اسے دس غلام آزاد کرنے کا اجر ملتا ہے، سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، سو گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اور وہ سارا دن شیطان کے شر سے محفوظ رہتا ہے:

« لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ »

"اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ساری بادشاہی اس کی ہے اور ساری تعریفات اسی کے لیے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔" (صحیح مسلم:2691)

⑲ گھر میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ پڑھنا

شیطان کو گھر سے بھوکا بھگائیں اور اپنی آرام گاہ کو اس کے شر سے محفوظ بنائیں۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: "جو شخص گھر میں داخل ہوتے وقت اور کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھ لے تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے کہ (آج اس گھر میں) تمھارے لیے کھانا ہے اور نہ رات گزارنے کے لیے ٹھکانا، اور اگر وہ دونوں موقعوں پر بسم اللہ نہیں پڑھتا تو شیطان اپنے ساتھیوں سے کہتا ہے: آجاؤ! تمھارے لیے کھانا اور رات کا ٹھکانا حاضر ہے۔" (صحیح مسلم:2018)

⑳ اولاد کو شیطان سے بچانے کا نبوی وظیفہ

والدین کی دعا، بچوں کی بقا۔ نبی رحمت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: "جو شخص اپنی بیوی سے ہمبستری کرتے وقت یہ دعا پڑھ لے اور پھر ان کی قسمت میں اولاد ہوجائے تو شیطان کبھی اس بچے کو نقصان نہیں دے سکے گا: «بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا»

"اللہ کے نام کے ساتھ، اے ہمارے رب! ہم سے شیطان کو دور رکھ اور جو چیز تو ہمیں عطا فرمائے اس سے بھی شیطان کو دور رکھ۔"

(صحیح البخاري:5165، 141)

㉑ باتھ روم میں داخل ہونے کی دعا

ہر ناپاک اور نجس جگہ شیاطین اور جنوں کی آماجگاہ ہوتی ہے۔ واش روم بھی چونکہ نجاست کی جگہ ہے اس لیے احتیاطی تدابیر ضروری



ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''بیت الخلا میں شریر جن موجود ہوتے ہیں، لہٰذا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلا میں داخل ہونے لگے تو یہ دعا پڑھ لے: «اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ» ''اے اللہ! میں خبیث جنوں اور خبیث جنیوں (کے شر) سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

(صحیح البخاري:142)

㉒ غصے میں شیطان کے شر سے پناہ طلبی

عموماً غصے کی حالت میں انسان کو یاد الٰہی سے غفلت ہو جاتی ہے جس سے شیطان اپنا کام کر جاتا ہے اور انسان غصہ ٹھنڈا ہونے پر سوائے ندامت کے کچھ نہیں کر پاتا، لہٰذا غصہ آنے پر فوراً علاج نبوی کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ اور اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا چاہیے، اس سے شیطانی اثرات ختم ہو جائیں گے اور انسان محفوظ ہو جائے گا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

(صحیح البخاري:6115)

㉓ بچوں کو شیطان کے شر سے بچائیں

اپنے بچوں سے محبت کریں اور انھیں ان کے دشمنوں سے بچائیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنے نواسوں حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو یہ دم کیا کرتے تھے: «اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ» ''میں اللہ کے کامل کلمات کے ساتھ (تم دونوں کے لیے) ہر شیطان اور ہر اس مخلوق سے جو بدی کا ارادہ کرے اور ہر نظر لگانے والی آنکھ سے پناہ مانگتا ہوں۔'' (صحیح البخاري:3371)

㉔ گھر سے باہر جاتے وقت اللہ کا ذکر

جب آپ اپنے گھر سے باہر جا رہے ہوں تو اپنا حفاظتی حصار کرنا نہ بھولیں۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''جو شخص گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے: «بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ» ''میں اللہ تعالیٰ کا نام لے کر گھر سے نکلا اور میں نے اللہ ہی پر بھروسا کیا۔ اللہ کی مدد کے بغیر گناہ سے بچنے کی اور نیکی کرنے کی طاقت نہیں۔'' تو اس شخص سے کہا جاتا ہے: تیری حفاظت کی گئی، تو ہدایت دے دیا گیا اور شیطان کے شر سے تیری کفایت کی گئی، پس اس سے اس کا شیطان الگ ہو جاتا ہے، پھر دوسرا شیطان اس سے ملاقات کے وقت کہتا ہے کہ تیرا اس شخص پر قابو نہیں چل سکتا جس کی اللہ کی طرف سے حفاظت، ہدایت اور کفایت کا بندوبست کیا گیا ہو۔'' (سنن أبي داود:5095)

㉕ اگر کسی مریض کو ماہر معالج نہ مل سکے اور نہ خود دم کرنے سے کوئی فائدہ ہو تو اسے صبر کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہ کر اجر و ثواب کی امید رکھنی چاہیے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کے لیے جنت کی خوشخبری دی ہے۔

(صحیح البخاري:5652)

ان کے علاوہ صبح و شام کے اذکار باقاعدگی سے کرنے چاہییں۔ اس سے انسان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر قسم کے شیطانی اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حفظ و امان میں رکھے، آمین!

ہیپی نیو ائیر..... حدود اللہ کی پامالی

ہر سال 31 دسمبر کے بعد والی رات کو ''ہیپی نیو ائیر'' کے طور پر منایا جاتا ہے۔ جیسے ہی رات کے 12 بجتے ہیں ہر طرف سے کانوں کے پردے پھاڑ دینے والی فائرنگ کی آوازیں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس رات لوگوں کی اکثریت فائرنگ کرنے کو اپنا حق سمجھتی ہے۔ حکومت کی جانب سے اسلحے کی نمائش پر عائد پابندی کی دھجیاں بکھیر دی جاتی ہیں۔ اس رات رنگا رنگ کی محفلیں سجائی جاتی ہیں۔ شراب و کباب سے ان محفلوں کو گرم کیا جاتا ہے۔ گویا کہ اس رات کو ہر ناجائز کام کے جائز ہونے کے لیے مختص کر لیا گیا ہے۔

نئے سال کے اس جشن کی آڑ میں جرائم کے ارتکاب میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ پورے سال کے دنوں میں سب سے زیادہ ''ڈکیتی'' اور ''قتل'' کی وارداتیں اسی رات ہوتی ہیں۔ گزشتہ سالوں کا ریکارڈ اس کا واضح ثبوت ہے۔ جن افراد کی آپس میں دشمنیاں ہوتی ہیں وہ اس رات اپنے ہی عزیزوں کو دشمنی کے چکر میں گولیوں سے چھلنی کر ڈالتے ہیں۔ ہر شخص اسی خیال میں رہتا ہے کہ نئے سال کا جشن منایا جا رہا ہے مگر کسے معلوم کہ یہاں تو پرانی دشمنیاں نکالی جا رہی ہیں۔ یہ کسے خبر کہ جشن کے نام پر اسلحے کے زور پے اپنے ہی مسلمان بھائیوں کا مال لوٹا جا رہا ہے۔

بہر حال ہیپی نیو ائیر کے حوالے سے حکومت کو وسیع حکمت عملی تشکیل دینی چاہیے۔ اس جشن پر مستقل پابندی عائد کر دی جائے ورنہ یاد رکھیں کہ اس جشن کی آڑ میں قتل و غارت گری کا یہ بازار گرم سے گرم تر ہوتا چلا جائے گا جس کے نتیجے میں اپنے ہی پیاروں کو گولیوں سے چھلنی کیا جاتا رہے گا۔ یاد رہے کہ شریعت عام دنوں کی طرح اس دن بھی ''حدود اللہ'' کی پامالی کی اجازت قطعاً نہیں دیتی۔



میرے دفتر کے قریب ہی مسجد ہے جس میں میرے دیگر دوستوں کے علاوہ ابوبسام فلسطینی بھی ہے۔ یہ میرا ہم عمر ہے۔ ہم دونوں عموماً نماز ظہر کے بعد مسجد سے ایک ساتھ نکلتے ہیں۔ اگر کبھی انھیں تاخیر ہو جائے تو میں ان کا انتظار کر لیتا ہوں اور میں لیٹ ہو جاؤں تو وہ مسجد کی پچھلی صفوں میں بیٹھ کر میرا انتظار کر رہے ہوتے ہیں۔ مسجد سے دفتر پہنچنے تک ہمیں چار سے پانچ منٹ لگتے ہیں۔ ہم عموماً حالات حاضرہ پر گفتگو کرتے ہیں۔ کبھی کبھی گھریلو مسائل پر بھی بات چیت ہو جاتی ہے۔ ابوبسام بڑے محب وطن فلسطینی ہیں۔ وہ حماس حکومت کے بڑے مداح ہیں۔ میں نے متعدد بار ان سے پوچھا کہ اسرائیل کی جانب سے غزہ کے خلاف یہ جنگ کیوں ہے۔ اس قتل و غارت کا آخر سبب کیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم اکثر و بیشتر یہ خبریں سنتے اور پڑھتے رہتے ہیں کہ آج بھی بہت سے فلسطینیوں کو گرفتار کیا گیا ہے، آج ان کو جیل میں ڈالا گیا ہے۔ آج اتنے فلسطینیوں کو اسرائیلی فوج نے شہید کر دیا ہے اور پھر جب حالیہ جنگ شروع ہوئی تو ہر مسلمان کے دل و دماغ میں تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ مجھے ابوبسام نے جو جواب دیا وہ تو خاصا لمبا اور تفصیل طلب ہے۔ اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے مگر میں اپنے معزز قارئین کو مذکورہ سوال کا مختصر سا جواب ضرور پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ قارئین کرام! یہ بات ذہن میں رکھیے کہ اسرائیل کو غزہ یا غزہ کے علاوہ فلسطین کے کسی علاقے پر حملہ کے لیے کسی سبب کی ضرورت نہیں ہے۔ اسرائیل کی بنیاد اور اٹھان ہی ظلم اور زیادتی پر مبنی ہے۔ اسرائیل نے مظلوم فلسطینیوں کو ان کی مقدس سرزمین سے بے دخل کر کے اس پر ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ اسرائیل کا قیام 1948ء میں عمل میں آیا۔ یہ ناجائز ریاست اپنے قیام کے دن ہی سے قتل و غارت کر رہی ہے۔ وہ عربوں پر نت نئے حملوں کے لیے جھوٹے اور من گھڑت عذر تراش لیتے ہیں اور پھر ان پر ظلم و زیادتی کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ ان کا اہم مقصد نیل سے فرات تک اپنی حکومت قائم کرنا ہے۔ غزہ پر حالیہ بم باری کے لیے اسرائیل نے 57 ہزار فوجیوں کو جھونک رکھا ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لیے عرض ہے کہ غزہ میں موجود فلسطینیوں کی تعداد وزارت داخلہ کی رپورٹ کے مطابق قریباً اٹھارہ لاکھ ہے۔ غزہ ارض فلسطین کا دو فیصد سے بھی کم علاقہ ہے۔ اس کی لمبائی 41 کلومیٹر اور چوڑائی 15 کلومیٹر ہے۔ غزہ کے باشندوں کی غالب اکثریت 1948ء کی جنگ کے پناہ گزینوں پر مشتمل ہے۔

فلسطین کی ایک جہادی تنظیم حماس کا ایک الیکشن میں کامیاب ہونا اور پھر اس کے نتیجے میں وہاں حکومت بنانا اور اسے کامیابی سے چلانا اسرائیل کو کسی قیمت پر گوارا نہیں ہے۔ اسرائیل اور امریکا نے الیکشن کے نتائج کو ٹھکرا دیا تھا، مگر نتائج اس قدر واضح تھے کہ ان کی تمام سازشیں ناکام ہو گئیں؛ چنانچہ اسرائیل نے غزہ کی ناکہ بندی کر دی۔ اس ناکہ بندی کے سبب غزہ کی پٹی میں معاشی حالات بہت بدتر ہو گئے۔ بازاروں میں غذا اور دوا کی شدید قلت ہو گئی۔ ہسپتالوں میں کتنے ہی مریض دواؤں کی عدم دستیابی کے باعث انتقال کر گئے۔ اسی طرح غزہ والوں کو شدید غذائی قلت کا بھی سامنا تھا۔ اس حصار نے اہل فلسطین کو ہر قسم کی پریشانی میں مبتلا کر دیا، مقصد یہ تھا کہ لوگ ہر حالت میں حماس سے بددل ہوں اور عوام حکومت کی تبدیلی کا مطالبہ کریں؛ اسرائیل کا خیال تھا کہ حماس زیادہ سے زیادہ اس ناکہ بندی کے خلاف تین ماہ تک ٹھہر سکے گی۔ مگر حماس اپنے موقف پر قائم رہی۔ مشکلات کے دور میں انھوں نے مسلمان ممالک کی طرف دیکھا جنھوں نے اس کڑے وقت میں ان کا بھرپور ساتھ دیا۔

مجھے یاد ہے کہ سعودی عرب کے عوام نے



بے شمار ساز و سامان اور دوائیوں کے ٹرک غزہ بھجوائے تھے۔ اسلامی اور عرب ملکوں کے تعاون کے علاوہ بیرونی ممالک میں مقیم فلسطینیوں نے بڑی بڑی رقومات بھجوائیں۔ ہزاروں ملازمین کی تنخواہیں بر وقت ادا کرنا ایک ایسا چیلنج تھا جسے حماس کی حکومت نے قبول کیا۔ اور ملازموں کی تنخواہیں بھی ادا ہوئیں۔ حماس کی حکومت غزہ کے انتظام کو اچھی طرح چلانے میں اور ناکہ بندی کو ختم کرنے میں کامیابی حاصل کر چکی تو اب اسرائیل کے پاس جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا۔

اب ہم قارئین کرام کو بتاتے ہیں کہ غزہ کا اصل مسئلہ کیا ہے۔

اسرائیل جنگ کے ذریعے وہ مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا جو وہ غزہ کی ناکہ بندی سے حاصل نہ کر سکا۔ اسرائیل نے ناکہ بندی اس لیے کی تھی کہ وہ قضیہ فلسطین کے ضمن میں اپنا نام نہاد فارمولا تھوپ سکے۔ اسرائیل غزہ میں ایک ایسی کمزور اور کٹھ پتلی حکومت چاہتا ہے جو اس کی مصلحتوں کے مطابق کام کرے اور خطے میں اس کی ضرورتوں کو پورا کرے اور اس کے نظریات کا دفاع کر سکے، مگر حماس نے اپنی خوبصورت حکمت عملی، ایمان داری اور محنت سے غزہ کا نظام اتنے خوبصورت طریقے سے چلایا کہ مشرق وسطی میں حالات اس کے موافق ہوتے چلے گئے۔ امریکا اور اسرائیل کو منہ کی کھانی پڑی۔ حماس کے نزدیک اسرائیل کو تسلیم کرنا حرام ہے۔ اس کے مشن میں مقدس مقامات اور ارض فلسطین کو اسرائیل سے آزاد کرنا اولین فریضہ ہے۔ اسرائیل حماس کو اپنے لیے سب سے بڑا خطرہ سمجھتا ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ حماس مسلح ہو اور ہمسایہ مسلم ممالک کے ساتھ اس کے تعلقات بہتر ہوں۔ اسرائیل حماس پر مسلسل الزام لگاتا آ رہا ہے کہ حماس تحریک اسلحہ اکٹھا کر رہی ہے جو اس کے خلاف استعمال ہو سکتا ہے۔ حماس کے بارے میں سابق امریکی صدر بش نے کہا تھا کہ یہ برائی کی جڑ ہے۔ امریکہ اسے ایک دہشت گرد تنظیم سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسرائیل حماس کو ہر حالت میں ختم کرنا چاہتا ہے۔

اب تھوڑا سا ذکر حماس کے بارے میں کر کے ہم آگے بڑھتے ہیں۔

حماس نامی تنظیم 1987ء میں قائم کی گئی۔ اس کے اہداف میں اولین ہدف ایک آزاد اسلامی فلسطینی مملکت کا قیام تھا۔ واضح رہے کہ یہ تنظیم 1960ء سے 1987ء تک ایک خیراتی ادارے کے طور پر کام کر رہی تھی۔ اس کے سربراہ شیخ احمد یاسین تھے۔ یہ شدید بیماری اور پیرانہ سالی کے باوجود نہایت باہمت شخصیت تھے۔ ان کی تقاریر سننے والوں کے دلوں میں اسلام اور جہاد کی روح پھونک دیتی تھیں۔ اسرائیل نے انھیں 2004ء میں شہید کر دیا۔ ان کے بعد شیخ عبدالعزیز حماس کے سربراہ مقرر ہوئے جنھیں ایک ہی ماہ بعد شہید کر دیا گیا۔ ان کے بعد شیخ خالد مشعل آج تک حماس کے سربراہ چلے آ رہے ہیں۔

حماس نے فلسطین میں 2006ء میں ہونے والے انتخابات میں پہلی مرتبہ حصہ لیا، ان کے مقابلہ میں یاسر عرفات کی تنظیم ''الفتح'' تھی۔ ان انتخابات میں 132 سیٹوں میں سے 76 سیٹیں حاصل کیں۔ جبکہ الفتح نے 43 سیٹیں حاصل کی تھیں۔

2008ء میں جب غزہ پر اسرائیل نے بمباری کی تو اس دوران بھی بہت سارے فلسطینی شہید اور زخمی ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ کتنے ہی مریض خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی ہدایت اور ان کے خصوصی حکم پر علاج کے لیے ریاض کے ہسپتالوں میں لائے گئے تھے۔ راقم الحروف نے اپنے فلسطینی دوستوں کے ساتھ ان مریضوں کی عیادت بھی کی تھی اور پاکستانی کمیونٹی کی طرف سے انھیں تحائف پیش کیے تھے۔ مشکل کی اس گھڑی میں سعودی حکومت اور عوام نے فلسطینی عوام کی دل کھول کر مدد کی تھی۔

2011ء میں ایک اسرائیلی فوجی جلعاد شالیط، جو حماس کی قید میں تھا، اس کے بدلہ میں 477 فلسطینی قیدیوں کو رہا کروالیا گیا۔ یہ قیدی وہ تھے جو مدتوں سے اسرائیلی عقوبت خانوں میں سختیوں اور مصیبتوں کا سامنا کر رہے تھے۔

فروری 2012ء میں فلسطینی صدر محمود عباس اور حماس کے درمیان صلح ہوتی ہے۔ حماس کے عسکری ونگ کے سربراہ احمد الجعبری کی 14 نومبر 2012ء کو شہادت کے بعد اس علاقے میں جنگ پھوٹ پڑی جس میں 162 فلسطینیوں نے جام شہادت نوش کیا ان میں 43 بچے اور 15 خواتین شامل ہیں۔

میرے نزدیک ان شہداء کی قربانیوں کے تقاضے یہ ہیں کہ فلسطینی صدر محمود عباس اور حماس کے خالد مشعل کے درمیان روابط مزید بڑھیں، آپس کی شکر رنجیاں ختم ہوں۔ ایک دوسرے کے ساتھ پہلے سے زیادہ تعاون کریں تاکہ وہ سرزمین فلسطین میں اسرائیل کے مقابلے میں باعزت زندگی گزار سکیں۔



غزہ کی جنگ کا روزنامچہ

ایک فلسطینی کے قلم سے

جسے ضیائے حدیث نے اپنے الفاظ میں ڈھالا

عکاشہ مجاہد

آج 14 نومبر 2012ء بدھ کا دن ہے۔ عصر کے وقت اسرائیل کے جنگی طیاروں نے غزہ کی فوج کے کمانڈر انچیف جنرل احمد الجعبری کی گاڑی پر بمباری کی جس کے نتیجہ میں وہ اپنے ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے۔ جیسے ہی یہ خبر فلسطین کے عوام کو ملی تو انھوں نے اسرائیل کے خلاف اپنے غم وغصہ کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ وہ سڑکوں پر نکل آئے۔ مسجدوں میں تکبیر وتہلیل کی آوازیں گونج اٹھیں۔ اسرائیلی طیاروں نے بمباری کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے بطور خاص زرعی زمینوں میں فصلوں کو نشانہ بنایا اور زیتون وغیرہ کے درختوں کو تباہ کر دیا۔

اسرائیلی طیاروں نے ہمارے گھر کے قریب خالی زمینوں پر زبردست بمباری کی۔ ہم صبح سویرے شدید شور کی وجہ سے اٹھ گئے۔ اہل خانہ پر گھبراہٹ طاری تھی۔ یہ بمباری اتنی شدید تھی کہ اسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس وقت ہمیں اندازہ نہ تھا کہ آنے والے دنوں کے مقابلے میں یہ بمباری بہت تھوڑی ہے۔

دوسرا دن

آج 15 نومبر ہے اور عام چھٹی ہے۔ 15 نومبر 1988ء کو فلسطینی ریاست وجود میں آئی تھی۔ اس دن کی مناسبت سے یہاں عام چھٹی ہوتی ہے اور یہ حسن اتفاق ہے کہ آج ہجری سال کا پہلا دن بھی تھا۔ اس دن مسلمان ہجرت کی یادگار مناتے ہیں۔ اس یادگار دن میں یہودی درندے اہل فلسطین پر مسلسل بمباری کر رہے تھے۔ غزہ کے حوالے سے عالمی میڈیا خاموش تھا۔ زخمیوں کی تعداد میں مزید اضافہ ہو چکا تھا۔

تیسرا دن

آج 16 نومبر 2012ء کو بھی بمباری ہوتی رہی مگر آج کی خاص بات یہ تھی کہ مصر کے وزیر اعظم ہشام قندیل اپنے کئی وزراء کے ساتھ غزہ میں تشریف لائے۔ انھوں نے غزہ کے ہسپتال میں زخمیوں کی تیمارداری کی۔ اپنی آنکھوں سے شہیدوں کی لاشوں اور زخمیوں کو دیکھا۔ غزہ کے کتنے ہی بچے خون سے لت پت ہسپتال میں پڑے ہوئے تھے۔ ان میں نہ جانے فلسطین کی کتنی ملالائیں تھیں جو مسلم دنیا سے اپنا حق مانگ رہی تھیں۔ اس دورے کے نتیجہ میں مصر نے اپنے سفیر کو اسرائیل سے واپس بلا لیا اور اسرائیلی سفیر بھی مصر سے واپس چلا گیا۔



مصری وفد کی روانگی کے چند گھنٹوں بعد اسرائیلی جنگی جہاز ہمارے گھر سے متصل زرعی زمین پر بمباری کرنے لگے۔ بم کا ایک ٹکڑا ہمارے گھر کی چھت کو پھاڑتا ہوا میری ماں اور چھوٹی بہن کے پہلو میں آ گرا۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ بال بال بچ گئیں، مگر خوف و ہراس ہر لمحہ بڑھ رہا تھا۔ عصر کی نماز کے بعد فلسطینی فوجیوں نے ایک اسرائیلی جاسوس طیارے کو مار گرانے کا اعلان کیا۔ اسرائیلی حکومت پر غم و غصے کے باعث جنون طاری ہو چکا تھا۔ اس نے غزہ پر بمباری اور زیادہ کر دی۔ واضح رہے کہ غزہ کا رقبہ 563 مربع کلومیٹر ہے۔

چوتھا دن

آج 17 نومبر 2012ء کو جب سورج طلوع ہوا تو شروع دن میں بمباری زیادہ شدید نہ تھی۔ تیونس کے وزیر خارجہ آج غزہ کے دورے پر آئے ہوئے تھے۔ فلسطینی جاں نثار اپنی سرزمین کا بہادری سے دفاع کر رہے تھے۔ انھوں نے مقبوضہ شہر ''تل الربیع'' پر بمباری کرنے اور ایک اسرائیلی جنگی جہاز کو مار گرانے کا اعلان کیا۔ اس کے بعد اسرائیل غزہ کے تمام علاقوں پر بمباری کرنے لگا اس حد تک کہ غزہ کی یہ رات بموں اور میزائلوں سے روشن ہو گئی۔ اسرائیل کے پیش نظر مقصد یہ تھا کہ غزہ کے باشندوں اور بچوں پر خوف و دہشت طاری ہو جائے۔ آج کی بمباری کے بعد شہداء کی تعداد 91 ہو گئی۔ بیسیوں فلسطینی زخمی تھے جن میں اکثریت بچوں اور خواتین کی تھی۔

پانچواں دن

اسرائیلی بمباری پوری شدت سے آج بھی جاری ہے۔ غزہ میں قائم نشریاتی ادارے اور میڈیا کے لوگ غیر جانبداری اور سچائی کے ساتھ لمحہ بہ لمحہ خبریں اور حقیقی صورت حال نشر کر رہے ہیں؛ جنگ کی خبریں فوری طور پر دنیا تک پہنچ رہی تھیں۔ ٹیلی ویژن کے کیمرے صہیونی جرائم کو آواز اور تصویر کے ساتھ ریکارڈ کرتے رہے اور انٹرنیٹ بالخصوص Twitter اور Facebook پر ڈالتے رہے۔ اسرائیلی جنگی جہازوں نے اس صورت حال سے بوکھلا کر حقوق انسانی کے معاہدوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے جان بوجھ کر سوا اور حصری ٹاورز کی عمارتوں کو نشانہ بنایا جن میں انٹرنیشنل الیکٹرونک



میڈیا کے علاوہ کئی عرب اور غیر عرب ٹی وی چینلز کے آفسز تھے۔ پانچ میزائل القدس چینل پر گرائے گئے۔اس وحشیانہ میزائل باری کے نتیجے میں القدس چینل میں کام کرنے والے کئی صحافی زخمی ہو گئے' ان میں سے ایک کے پاؤں میں میزائل لگا وہ شدید زخمی تھا، نتیجۃً اس کا پاؤں کاٹنا پڑا، اور علاج کے لیے مصر بھیجنا پڑا۔

چھٹا دن

اسرائیلی درندوں کے ہاتھوں نشریاتی اداروں کے ٹاورز پر بمباری غلطی سے سرزد نہیں ہوئی، بلکہ اس کا ایک واضح مقصد تھا کہ جنگ کے چھٹے دن جن جرائم کا وہ ارتکاب کریں انہیں یہ لوگ نشر نہ کر سکیں، لیکن انہیں معلوم نہیں تھا کہ فلسطینی صحافی صورت واقعہ کو بیان کرنے اور ان کے جرائم کو بے نقاب کرنے کے لیے موت کا مقابلہ کرنے کو بھی تیار ہیں۔آج صہیونیوں نے متعدد جرائم کا ارتکاب کیا، ان میں سے ایک غزہ پٹی میں پولیس ہیڈ کوارٹر پر بمباری تھی، اس دن تک کا سب سے بھیانک جرم غزہ کے ایک محلہ ''النصر'' میں الدلو خاندان کے گھر پر بمباری تھی، جس کے نتیجے میں اس خاندان کے گیارہ افراد شہید ہو گئے جن میں سے پانچ بچے تھے۔ان کے پاس نہ اسلحہ تھا نہ میزائل۔سکون سے اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے، بزدل پائلٹ کے ایک بٹن دباتے ہی بچوں اور عورتوں کے جسموں کے ٹکڑے ہو گئے اور وہ درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔آج دن کے خاتمے تک شہیدوں کی تعداد 90 اور زخمیوں کی تعداد 400 تک پہنچ گئی۔ان میں سے اکثر بچے اور عورتیں تھیں۔

ساتواں دن

آج کے دن کو اجتماعی ہلاکتوں کا دن قرار دیا گیا، چنانچہ کئی آباد گھروں پر بمباری کی گئی، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ لقمہ اجل بن گئے، بغیر استثنی غزہ پٹی کے تمام مقامات پر بمباری ہوئی، بالخصوص جنوب میں واقع ''رفح'' شہر پر شدید بمباری کی گئی، شام کے وقت شارع یرموک پر واقع قومی بینک کو نشانہ بنایا گیا۔بینک مکمل طور پر تباہ ہو گیا اور قریب کی عمارتوں کو شدید نقصان پہنچا، نیز اسرائیلی جنگی جہازوں نے متعدد پولیس اسٹیشنز اور خالی زمینوں پر بمباری کی۔

آٹھواں دن

آج کا دن ہماری مزاحمتی فورس کی جانب سے ایک میزائل داغنے سے شروع ہوا اس کے بعد معمول کے مطابق اسرائیلی بمباری شرع ہوگئی۔ عصر کے وقت اسرائیلی جنگی طیاروں نے غزہ کے ''الصبرۃ'' محلے کے ایک گھر پر بمباری کی جس کے نتیجے میں 13 فلسطینی شہید ہو گئے، ان میں اکثر بچے تھے۔ یہ اس وقت ہوا جب ایک عرب وفد غزہ پٹی کا دورہ کر رہا تھا جس میں جامعہ عربیہ کے جنرل سیکرٹری، کئی عرب وزرائے خارجہ اور ترکی کے وزیر خارجہ شامل تھے۔اس دن کا سب سے اہم حادثہ ''الأقصی'' چینل کی ایک صحافتی گاڑی کو اسرائیلی جنگی جہازوں کی جانب سے نشانہ بنانا تھا، جس کے نتیجے میں گاڑی جل کر راکھ ہوگئی، اور دو فوٹو گرافر شہید ہو گئے، اس کے بعد درمیانی علاقے کی ایک مسجد پر بمباری کی گئی۔مسجد میں موجود ایک صحافیہ نشانہ بنی، اس طرح اسرائیل کی طرف سے اپنے جرائم کی پردہ پوشی کی کوشش کے نتیجے میں ایک ہی دن میں کئی صحافی شہید ہو گئے۔

نواں دن

آج کا دن بھی باقی دنوں کی طرح رہا، غزہ پر بمباری جاری تھی اور مزاحمتی فورس جواب دے رہی تھی، آج کے دن کا خاص واقعہ تل ابیب شہر میں ایک اسرائیلی فوجی اڈے کے قریب فدائی حملہ تھا، جس کے نتیجے میں تین صہیونی جہنم رسید اور 51 زخمی ہوئے۔حملہ آور فلسطینی بھاگ جانے میں کامیاب رہا، بتایا جاتا ہے کہ 2005ء سے لے کر اب تک اس طرح کا یہ پہلا حملہ تھا۔

دن کے آخر میں فلسطینی معارضہ کو ایک بڑی کامیابی ملی کہ مصر و امریکہ کے تدخل سے دشمن اسرائیل کے ساتھ جنگ بندی پر دستخط ہو گئے جس میں فلسطینی معارضہ کی شرطوں کو مانا گیا، غزہ کی ناکہ بندی ختم ہوگئی، راستے کھول دیے گئے، معارضہ کی جانب سے فائر بندی کے مقابل فلسطینیوں کی بہت ساری مصلحتیں برآئیں، حالات بدل گئے، معارضہ کی حیثیت بڑھ گئی، غزہ کو کامیابی ملی۔ 22 نومبر 2012ء جمعرات مقبوضہ القدس کے وقت کے مطابق ٹھیک نو بجے رات اہل غزہ سڑکوں پر کامیابی کا اعلان کرتے ہوئے نکل آئے۔ یہ ہجوم ایک عظیم الشان جلسے کی شکل اختیار کر گیا جس میں فلسطینی رہنماؤں نے ایسی تقاریر کیں کہ تاریخ انہیں یاد رکھے گی۔ اہل غزہ نے اپنے موقف پر ڈٹے رہنے کے نتیجے میں اسرائیل کو ایک بار پھر شرمناک شکست سے دوچار کر دیا تھا۔



امریکہ میں عیدالاضحیٰ کا مسئلہ

حافظ عبدالوحید سوہدروی

الحمد للّٰہِ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہِ، اما بعد:

ایک ماہ قبل پوری دنیا میں عید الاضحیٰ بڑی آب وتاب کے ساتھ منائی گئی۔ امریکہ کے مسلمان بھی اس خوشی میں پیچھے نہ تھے۔ بلکہ اس مرتبہ تو مسلمانوں کے اندر عید کے موقع پر اتحاد کی فضا قائم ہونے پر سب کو بہت زیادہ خوشی ہوئی کیونکہ پورے امریکہ میں ایک ہی دن، یعنی 26 اکتوبر کو عید منائی گئی۔ اپنے قیام امریکہ کے عرصہ 26 سالوں میں پہلی مرتبہ ہم نے یہاں کے مسلمانوں کو ایک ہی روز عید کرتے دیکھا تو خدا کا بے انتہا شکر ادا کیا، ورنہ ہر سال دو دن عید ہوا کرتی تھی۔ یہی حال عید الفطر کے موقع پر بھی ہوتا ہے۔ معاملے کی سنگینی اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ایک ہی مسجد کے کچھ نمازی روزے سے اور دوسرے کھانے پینے اور گلے ملنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ چار سال قبل ہمارے شہر کی ایک بڑی مسجد میں ایسے ہو چکا ہے کہ امام صاحب عید کی نماز پڑھا رہے تھے جبکہ صدر صاحب اور کچھ نمازی روزہ سے تھے۔ امام صاحب اور عرب حضرات سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک کے ساتھ عید کر رہے تھے جبکہ باقی لوگ چاند دیکھ کر عید کرنے کے انتظار میں تھے۔ یہی نہیں بلکہ ایک ہی گھر میں کچھ افراد روزے سے اور کچھ عید منا رہے تھے۔ مسجد کے مذکورہ صدر صاحب خود روزے سے تھے اور ان کا اپنا بیٹا عید منا رہا تھا۔ آپ اندازہ کیجیے کہ کتنی اذیت ناک صورت حال ہو گی اس گھر کی جس میں آدھی فیملی روزہ رکھے ہوئے اور آدھی عید کی خوشیاں منانے میں مصروف ہو۔ یہ تو ایک عذاب تھا جو ہم پر مسلط کر دیا گیا۔ اللہ سے بار ہا التجا کرتے کہ یا اللہ ہمیں اتحاد کی نعمت سے نواز مگر کوئی امید نظر نہ آتی تھی۔ صرف ایک ہی صورت تھی کہ اگر سعودی عرب اپنی عید کا اعلان چاند کے مطابق کرے تو اتحاد ہو سکتا ہے۔ سو اس سال اللہ نے یہ دعا سن لی اور سعودی عرب نے اپنی سابقہ روایات کو خیر باد کہہ کر عید کے اعلان میں جلد بازی سے کام نہیں لیا جس کے نتیجے میں بفضلِ الٰہی اتحاد کی یہ فضا قائم ہوئی۔ جس پر ہم جتنا بھی خدا کا شکر ادا کریں تھوڑا ہے۔

رابطہ عالمِ اسلامی کی کاوش

ضیائے حدیث کے ماہ اگست 2012ء کے شمارے میں حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ کی پیشکش سے مولانا تقی عثمانی ﷾ کا مضمون بعنوان ''مسئلہ رؤیت ہلال پر رابطہ عالم اسلامی کی کانفرنس'' پڑھ کر کچھ اطمینان سا ہوا کہ

شمارہ 12 | دسمبر 2012ء



اصلاحِ احوال کے لیے مخلص حضرات کوششوں میں مصروف ہیں۔ مگر یقین نہیں آتا تھا کہ سعودی عرب میں اتنی جلد تبدیلی آجائے گی۔

مولانا عثمانی، حافظ صاحب اور دیگر مخلص حضرات مبارکباد کے مستحق ہیں کہ اللہ پاک نے ان کی کوششوں کو قبول فرمایا۔ خدا کرے کہ اب یہ تبدیلی دیرپا ثابت ہو اور شیطان کا منہ کالا ہو۔ مگر شیطان آرام سے بیٹھنے والا نہیں۔ وہ مستقبل میں ضرور کوئی نہ کوئی شرارت کر کے اس قائم ہونے والے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش کرے گا۔

غلطی کا ازالہ

اکثر لوگوں کی طرح ہمیں بھی یہ گمان تھا کہ سعودی عرب میں چاند دیکھنے کا اعلان حکومت کی جانب سے ہوتا ہے مگر چار سال قبل جب متواتر تین ماہ مجھے سعودی عرب میں رہنے کا اتفاق ہوا تو پتہ چلا کہ سعودی حکومت کا اس اعلان میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اور یہ اعلان وہاں کی سپریم جوڈیشل کونسل کی طرف سے ہوتا ہے۔ شہادتوں کی بنیاد پر اعلان کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اس طرح قصور وار تو علماء بھی نہ ہوئے۔ پھر ماسوائے غلط شہادت دینے والوں کے کون قصور وار ہوسکتا ہے۔ غلط شہادت دینا ایک صریح جھوٹ اور بڑا جرم ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا سعودی عرب میں جھوٹ بولنے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ہر سال تین مواقع پر، یعنی ابتداء رمضان، عید الفطر اور عید الاضحیٰ پر آسانی سے جھوٹی شہادت مہیا کر دیتے ہیں۔ اس کا جواب رابطہ عالم اسلامی کی مذکورہ کانفرنس کی سفارشارت کی روشنی میں چاند کی شہادت قبول کرنے میں تھوڑی سی احتیاط کرنے پر سامنے آیا۔ جس وقت سپریم جوڈیشل کونسل نے اس بنا پر ایک روز قبل آنے والی شہادت مسترد کر دی کہ کیا وجہ ہے کہ ہر موقع پر صرف ایک ہی علاقہ اور قبیلہ کے چند افراد کی طرف سے چاند ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ کیا مملکت کے کسی دوسرے علاقے میں چاند نظر نہیں آسکتا؟

چاند اور سائنس

اگرچہ زمانہ بدل چکا ہے مگر اسلامی اصول نہ بدلے ہیں اور نہ ان شاء اللہ بدلیں گے۔ اسلامی مہینے کا آغاز رؤیت ہلال، یعنی چاند دیکھنے سے ہوتا ہے نہ کہ چاند کی پیدائش سے۔ ہر ماہ چاند کی پیدائش اس وقت قرار دی جاتی ہے جب وہ زمین کے گرد 3683 کلو میٹر (2288 میل) فی گھنٹہ کی رفتار سے گھومتے ہوئے 27 دن، 7 گھنٹے، 43 منٹ اور 11.6 سیکنڈ میں اپنا چکر پورا کر کے سورج اور زمین کے درمیان سے گزرتا ہے۔ اور کبھی زمین کے سامنے آڑ بن کر زمین پر آنے والی سورج کی روشنی کو روک دیتا ہے جسے ہم سورج گرہن کہتے ہیں۔ اس وقت وہ ناقابلِ دید ہوتا ہے۔ اور قریباً اٹھارہ بیس گھنٹوں کے بعد ہی اسے ہلال کی شکل میں زمین سے دیکھا جاسکتا ہے۔ جس سے اسلامی مہینے کی ابتدا ہوتی ہے۔

آج کل سائنسی ترقی کے طفیل چاند کے ایک ایک لمحہ کی خبر ہمیں مہیا ہے۔ اور یہ بھی کہ زمین کے کس حصہ میں ہلال بن کر وہ کب نظر آئے گا۔ چاند کے متعلق انٹرنیٹ پر بہت سے پروگرام مل جاتے ہیں۔ کئی لوگوں نے تو آج کل موبائل فون پر یہ پروگرام ڈال رکھے ہیں۔ گزشتہ سالوں کے دوران سعودی عرب میں چاند نظر آجانے کا اعلان ہو جاتا جبکہ مکہ مکرمہ میں چاند کی پوزیشن یہ ہوتی کہ یا تو وہ سورج کے غروب ہونے سے پہلے غروب ہو چکا ہوتا یا فوراً بعد میں تو ہمیں تعجب ہوتا کہ کس طرح دنیا کو بے وقوف بنایا جا رہا ہے۔ اور رمضان المبارک میں روزہ جیسی ایک اسلامی عبادت کو جھوٹی شہادت دینے والوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں آخری عشرے کی طاق راتیں خراب ہو جاتیں۔ پھر عید الفطر کا ایک روز پہلے اعلان کرنا کتنا بڑا جرم ہے جس سے رمضان المبارک کا ایک فرض روزہ کم کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح کا حال حج کا رہا۔ جو ہمیشہ ایک روز قبل ہوتا رہا۔ ہم خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے ہیں کہ اس مرتبہ حج بھی ٹھیک ہوا اور ہماری عید بھی۔ ورنہ امریکہ میں ہم نے عید الاضحیٰ کے روز ذوالحجہ کی 9 تاریخ ہونے کی وجہ سے قربانی کرنا چھوڑ دی ہوئی تھی اور ایک دن بعد کرتے تھے کیونکہ امریکہ اور کینیڈا میں سب سے بڑی اسلامی تنظیم اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ (ISNA) کی فقہ کونسل نے اعلان کر رکھا تھا کہ چھوٹی عید ہم اپنا چاند دیکھ کر اور بڑی عید سعودی عرب میں یومِ عرفہ، یعنی اعلان حج کے مطابق کریں گے۔ (ان کے اس ڈبل سٹینڈرڈ کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں) مگر جو تنظیمیں یا مساجد



ISNA کے باہر ہیں وہ بمطابق رؤیتِ ہلال ایک روز بعد عید کرتی ہیں۔ اس طرح عید دو دنوں میں بٹ جاتی۔

مجھے یاد ہے جب 1986ء سے لے کر 1998ء تک اسلامک سوسائٹی آف گریٹر ہوسٹن (ISGH) میں بطور امام خطیب میری تقرری تھی جس کا کنٹرول منتخب شدہ سیاستدانوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو میں بڑی عید کے موقع پر ISGH کے صدر کو کہا کرتا تھا کہ میں آپ کے مزعومہ اتحاد کو برقرار رکھنے کی خاطر آپ کے ساتھ عید پڑھ رہا ہوں ورنہ چاند کے اعتبار سے عید ایک روز بعد ہونی چاہیے تو وہ ماسوائے مسکراہٹ کے کوئی جواب نہ دیتے۔

پڑھے لکھے جاہل

ISGH اور شہر کی دوسری مساجد کے اماموں کی مشترکہ میٹنگ چاند دیکھنے کے تینوں موقعوں پر متفقہ فیصلہ کرنے کے لیے عموماً بلائی جاتی ہے۔ جس میں ISGH کی اہم شخصیات بھی شریک ہوتیں۔ فیصلے کے وقت شرکاء عموماً عرب اور غیر عرب میں تقسیم ہو جایا کرتے تھے۔ عرب حضرات کا موقف ہوتا کہ شریعت کا حکم ہے کہ چاند دیکھ کر عید کرو۔ لہٰذا ہمیں شہادت مل جانے پر عید کر لینی چاہیے۔ چونکہ سعودی عرب اور دیگر اسلامی ممالک میں فیصلہ چاند نظر آنے کی بنیاد پر ہوتا ہے، لہٰذا وہ بھی ہمارے لیے قابل قبول ہونا چاہیے۔ غیر عرب حضرات کا موقف ہوتا تھا کہ ہم سائنسی علم کو بنیاد نہیں بناتے صرف اس کی مدد لے کر شہادت کی سچائی کو پرکھنا چاہتے ہیں کہ دنیا کے کسی حصہ میں چاند نظر آنے کا امکان بھی ہے کہ نہیں۔ ایک بار میٹنگ کے دوران یہی موقف پیش کرنے پر ایک پڑھے لکھے عرب بھائی نے کہا: ''سمندر میں پھینک دو اپنے سائنسی علم کو ہم اسے نہیں مانتے۔'' سبحان اللہ! جب یہ حال ایک جدید تعلیم یافتہ شخص کا ہو تو عام آدمی کے کیا کہنے۔

سنت میں اتحاد فرض میں اختلاف

اسی قسم کی ایک میٹنگ میں اتحاد کے لیے کوشاں حضرات کے عدمِ اتحاد کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو: ظہر کی نماز کے بعد شہر کی مرکزی مسجد میں، جسے مین سنٹر کہتے ہیں، ایک بار شہر کے مختلف اماموں کی میٹنگ شروع ہوئی تو عصر کا وقت ہو گیا۔ اذان کے بعد جب نماز کھڑی ہوئی تو دو تین امام حضرات با جماعت نماز پڑھنے سے الگ ہو گئے کہ ان کی نماز کا ابھی وقت نہیں ہوا۔ میں نے اِنَّا لِلّٰہِ ..... پڑھا اور دل میں سوچا کہ پورے شہر میں عید پر اتحاد کے خواہاں حضرات جب اپنی صفوں میں ایک فرض نماز پر اتحاد کا مظاہرہ نہیں کر سکتے تو عوام میں اتحاد خاک ہوگا۔

مسلسل کوشش

امریکہ میں اس قسم کے حالات دیکھ کر مایوسی تو ضرور ہوتی تھی۔ تاہم بفضلِ خدا اصلاحِ احوال کے لیے اپنی کوشش جاری رکھی جو اتنے عرصہ پر محیط ہے جتنا عرصہ امریکہ رہتے ہوئے گزرا۔ صرف تحدیثِ نعمت اور قارئین کی دلچسپی کے لیے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

- جون 1988ء میں امریکہ کے مختلف شہروں سے بلائے گئے اماموں کی ایک میٹنگ چاند کے موضوع پر نیویارک میں ہوئی جس میں اس ناچیز کو اسلامک سوسائٹی آف گریٹر ہوسٹن کے چیئرمین فقہ کمیٹی کی حیثیت سے بھیجا گیا۔ جہاں انگلش میں مقالہ جات پیش کیے گئے۔ مگر اس میٹنگ کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ وجہ وہی تھی عرب اور غیر عرب حضرات کا چاند کے متعلق بیان کردہ موقف پر اڑے رہنا۔
- 1992ء میں سعودی ائرلائنز پورے امریکہ سے چھ اماموں کو اپنی طرف سے عمرہ پر لے گئی جس میں بندہ بھی شامل تھا۔ مدینہ منورہ میں ہماری ملاقات مدینہ کے گورنر پرنس مجید سے کرائی گئی۔ موقع کو غنیمت جانتے ہوئے دورانِ گفتگو ہم نے چاند کے معاملے میں سعودی عرب کی طرف سے جلد اعلان کر دینے کا مسئلہ اٹھایا۔ تو انھوں نے محض اتنا جواب دیا کہ دنیا میں صرف سعودی عرب ہی ایک ایسا ملک ہے جس کے امور شریعت کے مطابق سر انجام پاتے ہیں۔ گویا جو کچھ ہو رہا ہے ٹھیک ہے۔ پھر ضیافت کے بعد سب اماموں نے پرنس کے ساتھ کھڑے ہو کر ''یادگار'' تصویر کھنچوائی۔ مگر اللہ نے اپنے فضل سے مجھے بچا لیا اور میں الگ کھڑا ہو کر اسلامی تاریخ میں اقتدار پرست علماء کی سوچ میں کھو گیا۔ ولی اللہ ہونے کا دعویٰ مجھے بھی نہیں۔ مگر جہاں آدمی کو گناہ سے بچنے کا اختیار ہو کم از کم وہاں تو بچے۔

موبائل فون کے ذریعے آج کل تصویر کشی اتنی آسان اور عام ہو چکی ہے کہ اب اسے گناہ



ہی نہیں سمجھا جاتا۔ مگر رونا اس بات کا ہے کہ جب بڑے بڑے علماء لائن میں کھڑے ہو کر تصویر بنوائیں گے تو عوام کو اس گناہ سے کون روکے گا۔

❁ یہ مئی 1993ء کی بات ہے۔ میں بغرض حج مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھا کہ جمعہ کے روز 21 مئی کو سورج گرہن لگا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اس روز شام کو دنیا کے کسی حصے میں بھی چاند کا نظر آنا ناممکنات میں سے ہے۔ مگر قدرت خدا کی کہ سعودی عرب نے اسی رات چاند نظر آ جانے کا اعلان کر دیا اور حج کی تاریخ طے کر دی۔ بڑا دکھ ہوا۔ اتمام حجت کے لیے میں نے اپنے ہوٹل سے ہی سپریم جوڈیشل کونسل کے نام ایک لیٹر تیار کیا۔ جس میں سورج گرہن کے متعلق چند حقائق درج کیے اور ساتھ ہی وہاں کے انگلش روزنامہ سعودی گزٹ میں سورج گرہن کے حوالے سے چھپنے والی خبر کی کٹنگ لگائی اور درخواست کی کہ حج کو ایک روز بعد اس کی صحیح تاریخ پر کروایا جائے۔ لیٹر کی کچھ مزید کاپیاں تیار کیں جو شاہ فہد مرحوم، گورنر مکہ پرنس ماجد، وزارت حج، مفتی اعظم سعودی عرب شیخ ابن باز مرحوم اور ہیڈ امام کعبہ وغیرہ کے نام تھیں۔ مختلف احباب کو کاپیاں بھیجنے کی غرض یہ تھی کہ شاید کسی ایک کے ذریعے سے اصلاح ہو سکے۔

جب ڈاکخانے میں لیٹر رجسٹری کرانے گیا تو وہاں کے کلرک نے بڑے بڑے لوگوں کے پتے دیکھ کر غصے سے مجھے ڈانٹتے ہوئے لیٹر رجسٹری کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ کیا لیٹر ہیں جو اتنی بڑی بڑی ہستیوں کو بھیجے جا رہے ہیں۔ باہر آ کر مجبوراً وہ لیٹر میں نے لیٹر بکس میں ڈال کر عام ڈاک کے حوالے کر دیے۔ مجھ سے رابطہ کے لیے میں نے اپنے ہوٹل کا نام و پتہ مع ایڈریس امریکہ لکھ دیا تھا۔ اب خبر نہیں کہ وہ لیٹر کسی تک پہنچ بھی سکا یا نہیں، تاہم ایک کوشش تھی کر دی۔ اجر اللہ تعالیٰ سے لینا ہے۔

حیران کن انکشاف

کئی سال پہلے امریکہ میں رؤیت ہلال کمیٹی کے صدر، جو شکاگو میں رہتے ہیں، سے میں نے شکوہ کیا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ ہر بار سعودی عرب میں دنیا کے دوسرے ممالک سے ایک روز پہلے چاند نظر آ جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں دنیا دو حصوں میں بٹ جاتی ہے۔ انھوں نے مجھے رازدارانہ انداز میں بتایا کہ یہی سوال میں نے سعودی عرب میں مقیم اپنے حیدر آباد (انڈیا) کے دوست سے کیا تھا جو سعودی حکومت کا کیلنڈر تیار کرتا تھا۔ جس نے بتایا کہ ”کئی سال پہلے جن دنوں سعودی حکومت اور مصر کی حکومت میں کشمکش تھی تو ایک مرتبہ مصر کی حکومت نے اپنی سابقہ روایات کے برخلاف سعودی عرب سے ایک روز پہلے عید کرنے کا اعلان کر دیا جو سعودی حکمرانوں کو ناگوار گزرا۔ چنانچہ مجھے طلب کر کے ہدایت کی گئی کہ اب ایسا کیلنڈر تیار کیا کرو کہ کوئی ملک ہم سے پہلے عید نہ کر سکے۔ لہٰذا یہ میری مجبوری ہے۔“ سبحان اللہ! قارئین کرام دیکھا آپ نے کہ شیطان خبیث مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے کا کوئی بھی حربہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ یہ تو اللہ پاک ہے جو ہمیں بچاتا آ رہا ہے۔ باری تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے: ﴿ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴾ ”اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو ماسوائے چند افراد کے تم سب شیطان کے پیچھے لگے ہوتے۔“ (النسآء 4:83)

شیطان ملعون جانتا ہے کہ لیڈروں کو گمراہ کرنے سے کسی قوم کو با آسانی گمراہ کیا جا سکتا ہے، لہٰذا اس کی توجہ ہمارے لیڈروں کی طرف ہم سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

اس قسم کے حالات کے بعد ہمیں یقین ہو گیا کہ جب تک سعودی عرب کو اللہ پاک راہِ راست پر نہ لائیں گے ہماری عیدوں اور رمضان کا اختلاف ختم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اپنی دعاؤں کا رخ ادھر موڑ دیا۔ اللہ پاک کے ہم بے انتہا ممنون ہیں کہ اس سال ایک لمبے عرصے کے بعد اعلان رؤیتِ ہلال میں سعودی عرب کے محتاط ہونے پر کم از کم رواں سال میں دو عیدوں کا اختلاف ختم ہوا۔ جس پر ایک بار پھر ہم رابطہ عالم اسلامی کے گزشتہ اجلاس کے شرکاء کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ درخواست کرتے ہیں کہ اپنی کوششوں کو اس وقت تک جاری رکھیں جب تک مسلم امہ میں مکمل طور پر ”عیدی اتحاد“ نہ ہو جائے۔

دعا ہے کہ اللہ پاک سعودی عرب کو اس بارے میں اب استقامت عطا فرمائے اور مسلم ممالک کا لیڈر بننے کی توفیق سے نوازے، آمین۔



خفیہ نکاح کی شرعی حیثیت



خطاب: فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ
تدوین: حافظ شبیر صدیق، ریسرچ فیلو دارالسلام

خطبہ مسنونہ کے بعد۔

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ اَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور 24:63)

وَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «أَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ» (جامع الترمذي: 1089)

جناب صدر گرامی، علماء کرام اور معزز سامعین حضرات! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جس موضوع پر گفتگو ہو رہی ہے اور گفتگو کا تسلسل ابھی جاری اور قائم ہے، وہ موضوع بخوبی آپ کے سامنے آ چکا ہے۔ جہاں تک تعلق ہے خفیہ نکاح کا، جو حدیث میں نے شروع میں آپ کے سامنے پڑھی ہے اس کی ہر شق اس کی مخالف ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «اَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ» ''اس نکاح کا خوب اعلان کرو۔'' «وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ» ''اور اس پر دف پیٹو۔'' دف کا معنی یہ کہ اس طرح ایک مخصوص شور پیدا کیا جائے تاکہ دنیا سنے اور یہ جانے کہ یہاں نکاح ہو رہا ہے۔ اور فرمایا: «وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ» ''اور نکاح کی جو مجلس ہے مساجد میں منعقد کیا کرو۔'' (جامع الترمذي: 1089) رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بالکل واضح ہے اور یہ خفیہ نکاح، جس کی اساس محض جنسی تسکین ہی کہی جا سکتی ہے، اس حدیث کے مکمل طور پر مخالف ہے۔ میرے بھائیو! نکاح کوئی کھیل نہیں ہے۔ اس نکاح کی اساس محض جنسی تسکین کا حصول نہیں ہے بلکہ یہ ایک بڑی اہم ذمہ داری ہے جو عورت پر قطعاً موقوف نہیں کی جا سکتی۔ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اس کی بات سنی، تعاون کیا، پھر اس سے پوچھا: «أَذَاتُ زَوْجٍ أَنْتِ» ''کیا تم شوہر والی ہو۔ تمھاری شادی ہو چکی ہے؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں۔'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «فَانْظُرِيْ فَإِنَّهُ جَنَّتُكِ وَنَارُكِ» ''اچھی طرح دیکھنا، تمھارا شوہر ہی تمھارے لیے جنت ہے، وہی تمھارے لیے جہنم ہے۔'' (موطا امام مالك: 951) یہ شادی کا معاملہ گویا جنت اور جہنم کا معاملہ ہے۔ گویا اس پر عاقبت کا انحصار ہے۔ اتنا اہم معاملہ اس مخلوق کے حوالے کر دیا جائے اور اس کے سپرد کر دیا جائے جسے شریعت نے ناقص العقل کہا ہے، یہ قرآن وحدیث کے مقاصد کے خلاف ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: «مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ» اس میں آپ ﷺ نے عورتوں کو ناقص العقل کہا، ناقص الدین کہا۔ اور ناقص الدین ہونے کی دلیل یہ پیش کی کہ جب ان کے ایام مخصوص ہوتے ہیں، یہ نماز نہیں پڑھ سکتیں اور روزے نہیں رکھ سکتیں۔ اور ناقص العقل ہونے کی دلیل یہ پیش کی کہ قرآن حکیم یہ کہتا ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ (صحيح البخاري: 304) اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس نقص کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے عورت کو بہت چھوٹ دی اور اس کے بہت سے معمولی کاموں پر بڑی بڑی بشارتیں دے دیں کیونکہ عورت جو ہے اپنے اس نقص کی بنا پر اسی چیز کی مستحق ہے۔ جو طرق اور راستے ایک مرد کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے تیار کیے گئے ہیں عورتوں کے لیے اس سے بہت کم ہیں۔

دیکھیں رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَةُ خَمْسَهَا، وَصَامَتْ شَهْرَهَا، وَحَفِظَتْ



فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ زَوْجَهَا، قِيلَ لَهَا: ادْخُلِي الْجَنَّةَ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شِئْتِ»

''عورت اگر پانچ نمازیں ہی پڑھ لے، رمضان کے روزے رکھ لے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کر لے اور اپنی عزت کی حفاظت کر لے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا اور فرمائے گا: ''جہاں سے چاہو داخل ہو جاؤ۔'' (مسند أحمد: 191/1) جبکہ یہی سوال ایک دفعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اللہ کے پیغمبر ﷺ سے کیا: ''کوئی ایسا شخص ہے جس کے لیے جنت کے تمام دروازے کھول دیے جائیں؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایسے ہوں گے۔'' «أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ» ''اے ابوبکر! مجھے امید ہے تم بھی انھی میں سے ہو گے۔'' (سنن النسائي: 2439) یقین کے ساتھ نہیں فرمایا۔ امید ہے، حالانکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اللہ کے پیغمبر کے سفر و حضر کے ساتھی ہیں اور کسی غزوے میں پیچھے نہیں رہے۔ ہر جہاد میں آپ کے ساتھ تھے۔ آپ کا مال دین کے بہت کام آیا۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو فائدہ مجھے ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے کسی اور کے مال نے نہیں پہنچایا۔ یہاں تک فرمایا کہ جس نے بھی مجھ پر احسان کیا اس کا بدلہ میں نے چکا دیا لیکن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے احسانات کا بدلہ میں نہیں چکا سکا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چکائے گا۔'' (جامع الترمذي: 3661) اتنی عظیم شخصیت ہے، خلیفۂ راشد ہیں، مسیلمہ کذاب کی کمر توڑنے والے اور اس جھوٹے مدعی کی بیخ کنی کرنے والے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ» ''مجھے امید ہے کہ تم انھی میں سے ہو گے جن کے لیے قیامت کے روز تمام دروازے کھول دیے جائیں گے۔'' لیکن اس عورت کے لیے فرمایا جو یہ چار کام کر بیٹھے۔ پانچوں وقت کی نمازوں کی پابندی کرے، رمضان کے روزے رکھے اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے اور اپنی عزت کی حفاظت کرے تو اس کے لیے جنت کے تمام دروازے کھول دیے جائیں گے، یقینی امر ہے اور یقینی خبر ہے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے۔ اس کا معنی اور اس کی اساس یہی ہے کہ عورت ایک ضعیف مخلوق ہے اور اس کے دین اور اس کی عقل میں نقص ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا أَرْبَعٌ» ''بہت سے مرد کامل ہوئے لیکن عورتیں صرف چار ہی کامل ہو سکیں۔'' ان کے آپ نے نام لیے۔ عورتیں صرف چار ہی کامل ہو سکیں۔ (صحيح البخاري: 3411) معنی یہ کہ ان کی عقل میں اور دین میں نقص ہے۔ شریعت نے یہ بیان کیا ہے اور اس نقص کی بنا پر چھوٹے سے عمل پر بھی بڑی پذیرائی کی گئی ہے اور ان کو بڑے اجر سے نوازا گیا ہے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے اپنے بھوکے بچے کو اپنے حصے کی بھی کھجور دے دی اور عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ امر پیغمبر ﷺ سے بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان عورتوں کا کیا کہنا، «حَامِلَاتٌ وَالِدَاتٌ مُرْضِعَاتٌ، رَحِيمَاتٌ بِأَوْلَادِهِنَّ، لَوْلَا مَا يَأْتِينَ إِلَى أَزْوَاجِهِنَّ لَدَخَلَ مُصَلِّيَاتُهُنَّ الْجَنَّةَ» ''یہ عورتیں اپنے بچوں سے شفقت کرنے والی، حمل کی تکلیفیں برداشت کرنے والی، بچہ پیدا کرنے کی تکلیفیں برداشت کرنے والی، اپنے بچوں کو دودھ پلانے کی تکلیفیں برداشت کرنے والی اگر اس عورت میں ایک کمی نہ ہو کہ اپنے شوہروں کی نافرمانی نہ کریں تو نمازی عورت جنت کے علاوہ کہیں جا ہی نہیں سکتی۔'' (المعجم الكبير للطبراني: 7913) یعنی اتنی بڑی خوشخبری کس لیے دی گئی؟ معنی کہ عورت کا یہی کام بہت بڑا ہے۔ خواتین نے اللہ کے پیغمبر ﷺ سے پوچھا: ''ہم پر جہاد فرض ہے؟'' فرمایا کہ «جِهَادُ كُنَّ أَلْحَجُّ» ''تم حج ہی کر آؤ تو یہی تمھارا جہاد ہے۔'' (صحيح البخاري: 2875) اللہ کے پیغمبر سے صحابہ کرام نے پوچھا: ''جنت کا دروازہ سب سے پہلے کون کھولے گا، سب سے پہلے کون جائے گا؟'' فرمایا: ''میں جاؤں گا لیکن یہ عجیب بات ہو گی کہ جب میں جنت کی طرف جا رہا ہوں گا تو اپنے سے پہلے جنت کے دروازے پر ایک خاتون کو پاؤں گا جو اپنے ہاتھوں سے دستک دے رہی ہے اور شور کر رہی ہے کہ دروازہ کھولا جائے مجھے داخل ہونا ہے۔ میں پوچھوں گا کہ یہ کون عورت ہے؟ تو جبرائیل علیہ السلام بتائیں گے: یہ وہ عورت ہے جس کا شوہر جوانی ہی میں داغ مفارقت دے گیا اور اس نے اپنی جوانی اپنے بچوں کی تربیت پے قربان کر دی، ان پر صبر کیا، لہٰذا اللہ نے اس کو یہ اعزاز دیا۔'' (مسند أبي يعلىٰ: 6651، وتحفة الأحوذي: 141/5) معنی یہ کہ عورت کا یہ کام بھی بہت عظیم ہے۔ اس کی اساس یہی ہے۔ میں نے بات کچھ طویل کر دی کہ عورت، اللہ نے اس کو اتنی پذیرائی دی، اتنا اس کو اجر دیا انتہائی چھوٹے سے کام پر بھی، انتہائی چھوٹے سے امور پر بھی، اس لیے کہ جو نقص ان کے دین اور ان کی عقل میں موجود ہے، بنیادی طور



پر، فطری طور پر اس کا تقاضہ یہی ہے کہ عورت کو چھوٹے کام پر بھی بڑا اجر دیا جائے اور اس کو بڑی پذیرائی کا مستحق قرار دیا جائے۔

میرے دوستو اور بھائیو! جب یہ اساس ایک عورت کی ہے تو اتنے اہم کام کو اس کے ہاتھوں نہیں دیا جا سکتا کیونکہ شوہر کا انتخاب اور شادی کا مسئلہ کھیل نہیں ہے۔ جنسی تسکین اگر ذہن میں ہو تو الگ مسئلہ ہے لیکن اگر صحیح معنی میں اسلامی ازدواج کے مقاصد کو پہچانا جائے اور اسلامی رہنمائی سامنے ہو تو یہ بہت بڑی بات ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے عورت! تمھارا شوہر جو ہے تمھارے لیے جنت بھی ہے اور جہنم بھی۔'' تو اتنا حساس مسئلہ ایک عورت کے سپرد کر دیا جائے کہ اپنی مرضی سے وہ اپنا نکاح کر لے، یہ مسئلہ شریعت کے مقاصد کے بالکل خلاف ہے۔ باقی مخصوص دلائل اس بارے میں موجود ہیں قرآن میں، حدیث میں۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ کے فرامین اور قرآنی آیات آپ نے میرے بھائیوں اور دوستوں سے سنی ہیں۔ سنن الکبری بیہقی میں ایک روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا تُنْكِحُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ» اور ایک روایت میں ہے: «لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ وَلَا تُزَوِّجُ نَفْسَهَا» کوئی عورت کسی عورت کی شادی نہیں کر سکتی۔ یعنی عورت ولی بننے کے قابل نہیں اور ایک عورت اپنی شادی نہیں کر سکتی۔ اور اگلا حصہ جو ہے وہ قابل غور ہے جس کے بارے میں تھوڑا سا اختلاف نقل کیا ہے اور محدثین بالخصوص امام بیہقی رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے لیکن اس کی سند صحیح ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور بہت سے محدثین سے اس کی توثیق مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی عورت اپنا نکاح خود کر لے «فَإِنَّ الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِي تُزَوِّجُ نَفْسَهَا» اگر وہ اپنا نکاح خود کر لے تو وہ عورت زانیہ ہے، وہ زنا کر رہی ہے۔ یہ سنن الکبریٰ بیہقی کی روایت ہے۔

(السنن الكبرىٰ للبيهقي:15005)

راوی تمام ثقہ ہیں۔ لیکن صرف جو ایک اختلاف ہے، وہ مرفوع اور موقوف ہونے پر ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو موقوف ہم تسلیم کر لیتے ہیں لیکن پھر بھی اگر موقوف مان لیں، پھر بھی یہ حکماً مرفوع ہے، اس لیے کہ ایسی بات، ایسا حکم ایک صحابی اپنی رائے اور اپنی عقل سے پیش نہیں کر سکتا۔ اور صحابہ کرام کے دور میں یہ ایک اجماعی تصور موجود تھا۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: «كُنَّا نَقُولُ: اَلْمَرْأَةُ إِذَازَوَّجَتْ نَفْسَهَا فَهِيَ الزَّانِيَةُ» کہ ہم یہ کہا کرتے تھے۔ آپ محدثین علمائے اصول کی نقول پڑھیں تو یہ بات آپ پر واضح ہو گی کہ صحابہ کا یہ کہنا کہ ہم یہ کہا کرتے تھے، اس کا کیا معنی ہے، ہم یہ کہا کرتے تھے۔ اس جملے کا معنی یہ ہے کہ اس مسئلے پر تمام صحابہ کا اتفاق ہے۔ وہ اجماعی مسئلہ ہے۔ ہم یہ کہا کرتے تھے، کیا؟ کہ عورت اگر خود اپنا نکاح کر لے تو زانیہ ہے۔

(السنن الكبرىٰ للبيهقي: 13429) عورت اگر اپنا نکاح خود کر لے تو زانیہ ہے۔ گویا کہ اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے المجموع شرح المہذب میں بہت سے صحابہ کا مذہب یہی نقل کیا ہے۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ، امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن عمر رضی اللہ عنہما اور پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا ان تمام کا یہ مذہب نقل کیا گیا ہے کہ عورت ولی کے بغیر نکاح نہیں کر سکتی۔ اور اگر ولی کے بغیر نکاح کرے گی تو نکاح باطل ہو گا۔ بلکہ ابن منذر کا قول امام نووی نے پیش کیا ہے: وہ فرماتے ہیں کہ میں نے بڑی تحقیق کی ہے اور امام نووی نے شرح المہذب ہی میں امیر عمر کے دور امارت کا ایک چھوٹا سا واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مقام پر دو قافلے جمع ہو گئے، ایک قافلے کی ایک خاتون نے اپنے ولی کو چھوڑ کر اپنا معاملہ کسی اور شخص کے سپرد کر دیا کہ تم میرا کہیں نکاح کر دو۔ اس شخص نے اس کا نکاح کر دیا۔ جب امیر عمر کو یہ معلوم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سب کو بلا لیا اور نکاح کرنے والے کو اور نکاح کرانے والے کو آپ نے کوڑوں اور دروں کی سزا دی اور نکاح کو فسخ کر دیا کہ یہ نکاح باطل ہے۔ اور اس کی اساس یہی پیش کی کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوَالِيهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ» ''جو عورت ولی کے اذن کے بغیر نکاح کرے گی اس کا نکاح باطل ہے۔'' (سنن أبي داود: 2085) لہٰذا اللہ کے پیغمبر ﷺ کے اس فرمان کے بموجب فرمایا: اس نکاح کو ہم باطل کریں گے۔ نکاح کرنے والے کو اور ولایت کا حق ادا کرنے والے کو، دونوں کو آپ نے کوڑے مارے۔ یہ واقعہ شرح المہذب میں موجود ہے۔

اس لیے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس بات پر متفق تھے کہ ایسا نکاح نہیں ہوتا۔



صحابہ کرام اس کو زنا سمجھتے تھے۔ لہٰذا میرے دوستو اور بھائیو! یہ جو سلسلہ گاہے بہ گاہے ہوتا ہے، یہ شریعت کے خلاف ہے اور ایسا نکاح قطعاً قابل قبول نہیں ہے۔ اور میں یہ عرض کروں گا کہ وہ دن سیاہ ترین دن ہوتا ہے جس دن ہماری عدلیہ یا ہماری عدالت یا ہمارا محکمہ قضا کسی ایسے فیصلے کو، کسی ایسے نکاح کو جاری کرتی ہے یا اس کو قائم رکھتی ہے کیونکہ یہ فیصلہ صراحتاً قرآن وحدیث کے خلاف ہے، لہٰذا ہم خاص طور پر یہ گزارش کریں گے، جو قضا کا محکمہ ہے اس کو بڑا محتاط ہونا چاہیے، کوئی فیصلہ قرآن و حدیث کے خلاف نہ کیا جائے، یہ سب سے حساس محکمہ ہے اور اس کی ذمہ داری سب سے اہم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «مَنْ وَلِيَ الْقَضَاءَ فَكَأَنَّمَا ذُبِحَ بِغَيْرِ سِكِّينٍ» ''جو شخص منصب قضا پر فائز ہوتا ہے وہ شخص کند چھری کے ساتھ ذبح کیا جا رہا ہے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ: 23434) کند چھری اس لیے فرمایا کہ نہ کند چھری اس کے گلے کو کاٹے گی اور نہ اس کی جان چھوٹے گی۔ جب تک وہ محکمہ قضا پر فائز رہے گا وہ کند چھری اس کی گردن پر چلتی رہے گی۔ یہ اسی لیے فرمایا کہ یہ مسئلہ بڑا حساس ہے فیصلے کرنا، اللہ کے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے: «اَلْقُضَاةُ ثَلَاثَةٌ» کہ دنیا کے جو قاضی ہیں وہ تین قسم کے ہیں: فرمایا کہ «قَاضٍ فِي الْجَنَّةِ» ایک قسم کے قاضی صرف جنت میں جائیں گے۔ «وقَاضِيَانِ فِي النَّارِ» ''دو قسم کے قاضی جہنم میں جائیں گے۔'' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «قَاضٍ عَرَفَ الْحَقَّ قَضٰى بِهٖ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ» ''جو قاضی حق کو پہچان لے، حق کا معنی یہ کہ قرآن و حدیث کی دلیل کو پہچان لے، جو قضیہ پیش ہو، جو کیس پیش ہو، قرآن و حدیث کی دلیل کو پہچان لے، اس کے مطابق فیصلہ کر دے «فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ» جنت میں داخل ہوگا اور وہ دو قاضی جو جہنم میں جائیں گے، ان میں سے ایک وہ ہے جو حق کو پہچانے بغیر، قرآن و حدیث کی دلیل کے بغیر فیصلہ کر دے چاہے وہ کسی رائے پر ہو، کسی کی بات پر ہو، کسی کے قول وقرار پر ہو اور دوسرے قسم کا قاضی جو جہنم میں جائے گا، وہ ہے جو حق کو پہچان لے، قرآن و حدیث کو سمجھتا ہے۔ حدیث اس کے سامنے موجود ہے، قرآن اس کے سامنے موجود ہے۔ لیکن «جَارَ فِي الْحُكْمِ» فیصلہ جو ہے قرآن و حدیث کے خلاف کرتا ہے کہ ایسا ہمارے معاشرے میں نہیں ہے، ایسا ہمارے قانون میں نہیں ہے، ایسا فلاں نے نہیں کہا۔ کسی بھی اساس کی بنیاد پر قرآن وحدیث کے خلاف فیصلہ کرتا ہے۔ تو فرمایا کہ ایسا قاضی بھی جہنم میں جائے گا۔'' (السنن الکبریٰ للبیهقي: 20852) اسی لیے پیغمبر ﷺ کا فرمان ہے: قیامت کے دن قاضیوں کا حساب دو طریقے سے ہوگا، کچھ وہ قاضی ہوں گے جن کا حساب اللہ یوں لے گا کہ ان کو نور کے منبر پر بٹھا کر اپنے سامنے حساب لے گا۔ کچھ قاضی وہ ہوں گے جنھیں جہنم کے اوپر پل صراط پر بٹھا کر حساب لے گا۔'' (صحیح مسلم: 1827، والمنتخب من مسند عبد بن حمید: 430) اس لیے کہ مسئلہ بڑا حساس ہے، لہٰذا یہ میں عرض کروں کہ قرآن و حدیث کے دلائل ہمارے سامنے آ گئے، صحابہ کا اجماع ہمارے سامنے آ گیا، اس مسئلے کا شرعی حکم ہمارے سامنے آ گیا، پھر بھی اس کے خلاف فیصلہ ہو تو وہ دن سیاہ ترین دن ہوگا۔ اور میں سمجھتا ہو کہ ہم جو اقتصادی میدان میں ترقی نہیں کر رہے، ہمیشہ پیچھے سے پیچھے ہٹتے جا رہے ہیں، اس کی بنیاد یہی ہے، اس لیے کہ اقتصادیات کا استحکام شریعت کے نفاذ پر ہے اور قرآن وحدیث کے نفاذ پر ہے نہ کہ کسی کی کاوش پر۔ بلکہ ہم سیدھا سادھا قرآن و حدیث کے نظام کو نافذ کر دیں تو اللہ ہمیں مالا مال کر دے گا۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: «وَمَا حَكَمُوا بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَّا فَشَا فِيهِمُ الْفَقْرُ» ''جو قوم اللہ کی شریعت سے ہٹ کر فیصلہ کرے گی، قرآن وحدیث سے ہٹ کر فیصلہ کرے گی، اللہ اس قوم کو فقیر کر دے گا۔'' (المعجم الکبیر للطبراني: 10830) رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: « حَدٌّ يُقَامُ فِي الْأَرْضِ خَيْرٌ مِّنْ أَنْ تُمْطَرَ أَرْبَعِينَ صَبَاحًا» ''اللہ کا ایک فیصلہ، ایک قانون اس زمین پر قائم کر دیا جائے وہ بہتر ہے اس سے کہ پوری زمین پر چالیس دن تک رحمت کی بارش برستی رہے۔'' (شعب الإیمان: 6996) اس کے نتیجے میں کیسے کیسے باغات اگیں گے، کیسے کیسے خزانے زمین اگلے گی۔ فرمایا کہ اس سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ اس قوم کو نواز دے گا۔ ہماری فلاح کا راستہ قرآن و حدیث کا راستہ ہے۔ نہ کہ قرآن وحدیث سے ہٹ کر کسی کے قول اور کسی کی رائے کا راستہ۔

وَاَقُولُ قَوْلِي هٰذا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن.

مبارک ہو، مبارک ہو!

قاری فضل اکبر کاشمیری

رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین (صحابہ و تابعین) کے دور میں خوشی کے موقع پر مبارک باد دینا رائج تھا۔ اس کے بعض دلائل ملاحظہ فرمایئے:

صحیح بخاری میں تین صحابہ (کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع، ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم) کا طویل واقعہ موجود ہے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«..... فَيَتَلَقَّانِيَ النَّاسُ فَوْجًا فَوْجًا يُهَنُّونَنِي بِالتَّوْبَةِ، يَقُولُونَ: لِتَهْنِكَ تَوْبَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ،

قَالَ كَعْبٌ: حَتَّى دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ حَوْلَهُ النَّاسُ فَقَامَ إِلَيَّ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ يُهَرْوِلُ حَتّٰى صَافَحَنِي وَهَنَّانِي وَاللّٰهِ مَا قَامَ إِلَيَّ رَجُلٌ مِّنَ الْمُهَاجِرِينَ غَيْرُهُ.....» ''..... جوق در جوق لوگ مجھ سے ملاقات کرتے جاتے تھے اور مجھے توبہ کی قبولیت پر بشارت دیتے جاتے تھے، کہتے تھے: اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی قبولیت مبارک ہو۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب میں مسجد میں داخل ہوا تو اللہ کے رسول ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے چاروں طرف صحابہ کا مجمع تھا۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑ کر میری طرف بڑھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی۔ اللہ کی قسم! (وہاں موجود) مہاجرین میں سے کوئی بھی ان کے سوا، میرے آنے پر کھڑا نہیں ہوا.....۔'' (صحيح البخاري: 4418)

شارحِ بخاری مولانا داؤد راز دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یہ واقعہ پڑھ کر جی چاہتا ہے کہ چودہ سو برس گزرنے کے باوجود اس واقعہ پر سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عالم روحانیت کی مبارکباد پیش کروں کیونکہ جس پامردی اور سچائی کا آپ نے اس نازک موقع پر ثبوت دیا، اس کی مثالیں ملنا مشکل ہیں۔''

(صحيح البخاري، مترجم:31/6)

صحیح بخاری ہی کی ایک اور حدیث ملاحظہ کیجیے: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب خیبر فتح ہوا تو مال غنیمت میں سونا اور چاندی نہیں ملا تھا بلکہ گائے، اونٹ، سامان اور باغات ملے تھے، ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وادی القریٰ کی طرف لوٹے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایک مدعم نامی غلام تھا جو بنی خباب کے ایک صحابی نے آپ کو ہدیہ میں دیا تھا۔ وہ آپ ﷺ کا کجاوہ اتار رہا تھا کہ کسی نامعلوم سمت سے ایک تیر آ کر ان کے لگا۔ لوگوں نے کہا: شہادت مبارک ہو! آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو چادر اس نے خیبر میں تقسیم سے پہلے چرائی تھی وہ اس پر آگ کا شعلہ بن کر بھڑک رہی ہے۔'' یہ سن کر ایک دوسرے صحابی ایک یا

دو تمے لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ میں نے اٹھا لیے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ بھی جہنم کا تسمہ بنتا۔'' (صحيح البخاري: 4234) معلوم ہوا کہ صحابہ کرام شہادت پر مبارک باد دیا کرتے تھے۔

صلہ بن اشیم رحمہ اللہ کا بیٹا کسی معرکے میں شہید ہوا، چنانچہ عورتیں شہید کی ماں معاذہ بنت عبداللہ کے پاس آ کر بین کرنے لگیں، اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شاگردہ معاذہ نے کہا: ''اگر تم مجھے (میرے بیٹے کی شہادت پر) مبارک باد دینے آئی ہو تو میں تمھیں خوش آمدید کہتی ہوں اور اگر اس کے علاوہ (بین وغیرہ کرنے) آئی ہو تو پھر واپس چلی جاؤ۔'' (كتاب الزهد للإمام أحمد، ص: 208، وطبقات ابن سعد: 99/7)

صلہ بن اشیم رحمہ اللہ ثقہ وصدوق تابعی ہیں۔ اس صحیح الاسناد اثر سے ثابت ہوا کہ تابعین کے دور میں بھی شہادت پر مبارک باد دینا رائج تھا۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حال میں فرمایا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہ کو خوشخبری دے رہے تھے کہ رمضان برکتوں والا مہینہ آ گیا جس کے روزے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیے ہیں۔ (موسوعه ابن ابی الدنیا: 563/1)

اس حدیث سے اہل علم نے استدلال کیا ہے کہ رمضان کی آمد پر رسول اللہ ﷺ کا صحابہ کو خوشخبری دینا واضح دلیل ہے کہ ایک دوسرے کو رمضان کی آمد پر مبارک باد دی جا سکتی ہے اور ایسا کرنا جائز ہے۔

ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دینا مسنون ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین دعائیہ کلمات کے ساتھ عید کی مبارک دیتے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اور ہم نے (اپنی کتاب) المحامليات میں حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ (سیدنا) جبیر بن نفیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ جب عید کے دن ملاقات کرتے تو ایک دوسرے کو یوں مبارک باد دیتے: «تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ»'' (فتح الباری: 446/2)

امام علی بن ثابت جزری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رحمہ اللہ سے پوچھا کہ لوگ عید کے دن ایک دوسرے سے (مبارک باد کے طور پر) یہ کلمات کہتے ہیں: «تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكَ» ''اللہ ہماری اور تمھاری نیکیاں قبول فرمائے۔'' تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہمارے ہاں (مدینہ میں) لوگ ہمیشہ سے ایسا کرتے آ رہے ہیں اور ہم اس میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے۔'' (الثقات لا بن حبان: 90/9)

امام مکحول رحمہ اللہ سے جب کوئی عید کے دن ملتا تو وہ اسے یہ دعا دیتے: «بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ» ''اللہ تعالیٰ تیرے اعمال میں برکت ڈالے۔'' (تاريخ ابن معين: 336/2)

مندرجہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ شہادت کے موقع پر، رمضان المبارک کی آمد پر، عید کے موقع پر اور اسی طرح دیگر خوشی کے مواقع پر ایک دوسرے کو مبارک باد دینا جائز و درست ہے۔ بعض لوگ ''عید مبارک'' کے الفاظ کو بدعت سمجھتے ہیں لیکن یہ بات درست نہیں۔ جیسا کہ اوپر امام مکحول رحمہ اللہ کے حوالے سے گزرا کہ وہ عید کے دن ملنے والوں کو برکت کی دعا دیتے تھے اور عید مبارک کہنا بھی برکت کی دعا ہے۔ عید کا موقع بڑا ہی مبارک موقع ہے۔ اس کی ایک دوسرے کو مبارک دینے میں کوئی قباحت اور حرج محسوس نہیں ہوتا۔ اہلِ اسلام کے لیے خوشی کا یہ ایک عظیم دن ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ عید کے دن جب لوگ ایک دوسرے کو عید مبارک اور اس جیسے الفاظ کہتے ہیں تو کیا اس کی شریعت میں کوئی اصل ہے؟ شیخ الاسلام نے جواباً فرمایا: ''عید کے دن جو لوگ نمازِ عید کے بعد ایک دوسرے کو تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَمِنْكُمْ، أَحَالَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ اور اسی طرح کے دیگر الفاظ کے ساتھ مبارک باد دیتے ہیں تو صحابہ کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ وہ اس طرح کرتے تھے اور امام احمد بن حنبل اور دیگر ائمہ نے اس میں رخصت دی ہے..... اور عید کی مبارک باد دینا ایسی سنت نہیں ہے جس کا حکم دیا گیا ہو، اور نہ ہی ایسا عمل ہے جس کی شریعت میں ممانعت ہو۔'' (مجموع فتاوىٰ ابن تيميه: 253/24)

هٰذا ما عندی واللّٰه أعلم بالصواب۔

آدھا دھوپ میں آدھا سائے میں

رسول اللہ ﷺ نے اس فعل سے منع فرمایا ہے کہ آدمی آدھا دھوپ میں بیٹھے اور آدھا سائے میں۔ یعنی یا تو مکمل دھوپ میں بیٹھے یا پھر مکمل سائے میں بیٹھے۔ (سنن أبي داود: 4821)



سود کی تباہ کاریاں

اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا لازمی نتیجہ





حافظ عبدالسمیع
ریسرچ فیلو دارالسلام

سود انتہائی مہلک مرض اور کبیرہ گناہ ہے۔ جس طرح تجارت کے فوائد وثمرات سارے معاشرے پر پڑتے ہیں اسی طرح سود کے مضر اثرات بھی سارے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ شریعت مطہرہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اس حکم ربانی کو تسلیم کر لینے میں ساری انسانیت کی فلاح و بہبود ہے۔ تجارت کو ترک کر کے اپنی رقم کو سود کے ذریعے بڑھانا بہت بڑا گناہ، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کے مترادف ہے۔ آیئے ذیل میں ہم سود کے اخلاقی و روحانی اور دیگر نقصانات کا جائزہ لیتے ہیں۔

اخلاقی وروحانی نقصانات

اچھے اخلاق ہی انسانیت کا اصل جوہر ہیں۔ جب آپ سود کا نفسیاتی تجزیہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ روپیہ جمع کرنے کی خواہش سے لے کر سودی کاروبار کے مختلف مرحلوں تک پورا ذہنی عمل خود غرضی، بخل، تنگ دلی، سنگ دلی جیسی صفات کے زیر اثر جاری رہتا ہے اور جتنا جتنا آدمی اس کاروبار میں آگے بڑھتا جاتا ہے، یہی صفات اس کے اندر نشوونما پاتی چلی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس زکوٰۃ وصدقات کی ابتدائی نیت سے لے کر اس کے عملی ظہور تک پورا ذہنی عمل فیاضی، ایثار ہمدردی، فراخ دلی اور خیر اندیشی جیسی صفات کے زیر اثر جاری رہتا ہے اور اس طریق کار پر عمل کرنے سے یہی صفات انسان کے اندر نشوونما پاتی ہیں۔

کیا دنیا میں کوئی انسان ایسا ہے جس کا دل شہادت نہ دیتا ہو کہ اخلاقی صفات کے ان دونوں مجموعوں میں سے پہلا مجموعہ بدترین اور دوسرا مجموعہ بہترین ہے؟

تمدنی واجتماعی نقصانات

معمولی سے غور وخوض سے یہ بات ہر شخص کی سمجھ میں آسانی کے ساتھ آ سکتی ہے کہ جس معاشرے میں افراد ایک دوسرے کے ساتھ خود غرضی کا معاملہ کریں، کوئی اپنی ذاتی غرض اور اپنے ذاتی فائدے کے بغیر کسی کے کام نہ آئے، ایک کی حاجت مندی دوسرے کے لیے نفع اندوزی کا موقع بن جائے، ایسا معاشرہ کبھی مستحکم نہیں ہوسکتا۔ اس کے برعکس جس معاشرے کا اجتماعی نظام آپس کی ہمدردی پر مبنی ہو، جس کے افراد ایک دوسرے کے ساتھ فیاضی کا معاملہ کریں، جس میں ہر شخص دوسرے کی احتیاج کے موقع پر فراخ دلی کے ساتھ مدد کا ہاتھ بڑھائے اور جس میں مال دار لوگ غریبوں کے ساتھ ہمدردانہ یا کم از کم منصفانہ تعاون کا طریقہ برتیں، یقیناً ایسے معاشرے میں آپس کی محبت اور خیر خواہی اور دلچسپی نشو و نما پائے گی اور اندرونی اختلاف وانتشار ختم ہو جائیں گے۔

آپ غور کریں کیا دونوں صورتوں میں ترقی



کی رفتار برابر رہے گی؟ یقیناً نہیں، آپس میں باہمی تعاون اور خیر خواہی کی وجہ سے ترقی کی رفتار پہلے معاشرے کی نسبت بہت زیادہ تیز ہوگی۔

معاشی نقصانات

سود کا تعلق معاشی زندگی کے ان معاملات سے ہے جن میں کسی نہ کسی طور پر قرض کا لین دین ہوتا ہے۔ قرض مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔

① ایک قسم کے قرضے وہ ہیں جو حاجت مند لوگ اپنی ذاتی ضروریات کے لیے لیتے ہیں اسے ''معاجنی کاروبار'' بھی کہا جاتا ہے۔

② دوسری قسم کے قرضے وہ ہیں جو تاجر اور زمیندار اپنے نفع آور کاموں میں استعمال کرنے کے لیے لیتے ہیں۔

③ تیسری قسم ان قرضوں کی ہے جو حکومتیں اپنے ملک کے باشندوں سے لیتی ہیں۔ اور ان کی آگے مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں۔

④ چوتھی قسم ان قرضوں کی ہے جو حکومتیں اپنی ضروریات کی خاطر غیر ممالک سے لیتی ہیں۔

ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ لے کر ہم دیکھیں گے کہ اس پر سود عائد ہونے کے نقصانات کیا ہے؟

ذاتی ضروریات کے لیے قرضے

دنیا میں سب سے بڑھ کر سود خواری اس کاروبار میں ہوتی ہے جو ''مہاجنی کاروبار'' کہلاتا ہے۔ یہ ایک عالم گیر مصیبت ہے جس سے دنیا کا کوئی ملک بچا ہوا نہیں ہے۔ اس لیے کہ دنیا میں کہیں بھی یہ انتظام نہیں ہے کہ غریب اور متوسط طبقے کے لوگوں کو ان کی ہنگامی ضروریات کے لیے آسانی سے بلا سود قرض مل جائے۔ حکومت اسے اپنے فرائض سے خارج سمجھتی ہے۔ سوسائٹی کو اس ضرورت کا احساس نہیں۔ بینک صرف ان کاموں میں ہاتھ ڈالتے ہیں جن میں ہزاروں لاکھوں کے فائدے ہوتے ہیں۔ ان وجوہ سے مزدور، کسان، چھوٹے کاروباری آدمی، کم تنخواہوں والے ملازم اور عام غریب لوگ ہر ملک میں مجبور ہوتے ہیں کہ اپنے برے وقت پر انھی مہاجنوں سے قرض لیں۔

یاد رکھیے! جو شخص ایک مرتبہ سودی قرض کے جال میں پھنس جاتا ہے اس کے لیے اس سے عمر بھر میں نکلنا خاصا دشوار ہو جاتا ہے۔ عموماً دادا کا لیا ہوا قرض پوتوں تک وراثت میں پہنچ جاتا ہے اور اصل رقم سے کئی گنا سود ادا کر چکنے پر بھی اصل قرض جوں کا توں باقی رہتا ہے۔

اس مصیبت میں ہر ملک کے غریب اور متوسط طبقوں کی بڑی اکثریت بری طرح پھنسی ہوئی ہے۔ ان کی آمدنی کا بڑا حصہ مہاجن لے جاتے ہیں، شب و روز کی اَن تھک محنت کے بعد جو تھوڑی سی تنخواہیں یا مزدوریاں ان کو ملتی ہیں ان میں سے سود ادا کرنے کے بعد اتنا بھی نہیں بچتا کہ دو وقت کی روٹی چلا سکیں۔

یہ چیزیں صرف یہی نہیں کہ ان کے اخلاق کو بگاڑتی اور انھیں جرائم کی طرف دھکیلتی ہے اور ان کے معیار زندگی کو پست اور ان کی اولاد کے معیار تعلیم و تربیت کو پست تر کر دیتی ہے بلکہ اس کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ دائمی فکر اور پریشانی ملک کے عام کارکنوں کی قابلیت کار کو بہت گھٹا دیتی ہے۔ اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کی محنت کا پھل دوسرا لے اڑتا ہے تو اپنے کام سے ان کی دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ ذرا غور کریں کہ سود کی یہ قسم صرف ایک ظلم ہی نہیں ہے بلکہ اس میں اجتماعی معیشت کا بھی بڑا بھاری نقصان ہے۔

اس کا دوسرا معاشی نقصان یہ ہے کہ اس طرح غریب طبقے کی رہی سہی قوتِ خریداری بھی سود خوار ساہو کار چھین لے جاتا ہے۔ لاکھوں آدمیوں کی بے روزگاری اور کروڑوں کی ناکافی آمدنی پہلے ہی تجارت وصنعت کے فروغ میں مانع تھی۔ اس پر سود خوار ساہوکار کا ظلم وستم کہ وہ لوگ اپنی معمولی رقم اپنی ضروریات زندگی خریدنے میں استعمال نہیں کر پاتے۔

ذرا حساب لگا کر دیکھیے اگر دنیا میں پانچ کروڑ آدمی بھی ایسے مہاجنوں کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ اوسطاً دس روپے 10 مہینہ سود ادا کر رہے ہیں تو ہر مہینے 50 کروڑ کا مال فروخت ہونے سے رہ جاتا ہے اور اتنی بھاری رقم معاشی پیداوار کی طرف پلٹنے کے بجائے مزید سودی قرضوں کی تخلیق میں ماہ بماہ صرف ہوتی رہتی ہے۔

کاروباری قرض

اب دیکھیے کہ جو قرض تجارت وصنعت اور دوسری کاروباری اغراض کے لیے لیا جاتا ہے اس پر سود کے معاشی نقصانات کیا ہیں؟

صنعت وتجارت، زراعت اور دوسرے تمام معاشی کاموں کی بہتری یہ چاہتی ہے کہ جتنے لوگ بھی کسی کاروبار کے چلانے میں کسی طور پر حصہ لے رہے ہوں ان سب کے مفاد، اغراض



اور دلچسپیاں اس کام کے فروغ سے وابستہ ہوں۔ اس کا نقصان سب کا نقصان ہوتا کہ وہ اس کے خطرے سے بچنے کی مشترک سعی کریں اور اس کا فائدہ سب کا فائدہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو بڑھانے میں اپنی پوری طاقت صرف کر دیں۔ مگر سودی نظام کی لعنت دیکھیے کہ سرمایہ دار محنت کش اور کارکن کو سرمایہ شراکت داری پر نہیں بلکہ قرض کی صورت میں مہیا کرتا ہے۔ اور اس پر ایک شرحِ سود کے مطابق اپنا نفع وصول کرتا رہتا ہے، اور اسے اس پورے عمل کی بھلائی اور برائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی کہ اس کاروبار میں نقصان آ رہا ہے یا نفع مند ہے۔ اس غلط طریقے نے سرمایہ اور کاروبار کے درمیان رفاقت اور ہمدردانہ تعاون کی بجائے ایک بہت ہی بری طرح کا خودغرضانہ تعلق قائم کر دیا ہے جس سے نفرتیں پھوٹتی ہیں، آپس میں اعتماد کی فضا ختم ہو جاتی ہے۔ اور زندگی کا مزہ اور سکون کرکرا ہو جاتا ہے۔

اس خودغرضانہ نظام کے بے شمار نقصانات ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

① سرمایہ کا ایک بڑا حصہ محض شرحِ سود چڑھانے کے انتظار میں رکا پڑا رہتا ہے اور کسی مفید کام میں نہیں لگتا، حالانکہ اس مال کی کھپت کے وسائل دنیا میں موجود ہوتے ہیں، روزگار کے طالب آدمی بھی کثرت سے مارے پھر رہے ہوتے ہیں اور اشیائے ضرورت کی مانگ بھی موجود ہوتی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ ہونے کے باوجود نہ وسائل استعمال ہوتے ہیں، نہ آدمی کام پر لگتے ہیں اور نہ منڈیوں میں حقیقی طلب کے مطابق مال کی کھپت ہوتی ہے۔ صرف اس لیے کہ سرمایہ دار جس شرح سے فائدہ لینا چاہتا ہے اس کے ملنے کی اسے توقع نہیں ہوتی۔ اس بنا پر وہ کام میں لگانے کے لیے روپیہ نہیں دیتا۔

② زیادہ شرح سود کا لالچ بڑھ جاتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کی بنا پر سرمایہ دار طبقہ کاروبار کی طرف سرمایہ کے بہاؤ کو خود کاروبار کی حقیقی ضرورت اور طبعی مانگ کے مطابق نہیں بلکہ اپنے مفاد کے لحاظ سے کھولتا اور روکتا ہے۔ انسانیت کی فلاح و بہبود سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔

③ سود اور اس کی شرح سود ہی وہ خطرناک جراثیم ہیں جن کی بدولت تجارت وصنعت کا نظام ایک ہموار طریقے سے چلنے کی بجائے تجارتی چکر (Trade Cycle) کی اس بیماری میں مبتلا ہوتا ہے جس میں بازار بار بار مَندا پڑ جاتا ہے، اور قرضے کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں۔

④ سود کا یہ بھی کرشمہ ہے کہ سرمایہ دار اپنا سرمایہ ان کاموں میں خرچ کرنے کے لیے راضی نہیں ہوتا جو مصالح عامہ کے لیے مفید اور ضروری ہیں مگر مالی لحاظ سے اتنے نفع بخش نہیں ہیں کہ وہ بازار کی شرح سود کے مطابق فائدہ دے سکیں۔

حکومتوں کے ملکی قرضے

اب ان قرضوں کو لیجیے جو حکومتیں ضروریات اور مصالح کے لیے خود اپنے لوگوں سے لیتی ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں: ① وہ قسم جو غیر نفع آور کاموں کے لیے لی جاتی ہے۔ ② وہ قسم جو نفع آور کاموں کے لیے حاصل کی جاتی ہے۔

① وہ حکومتی قرض جو غیر نفع آور کاموں کے لیے ہوں

اس قسم کا سود اپنی نوعیت کے لحاظ سے وہی معنی رکھتا ہے جو ذاتی ضروریات کے لیے قرضے کی نوعیت ہے بلکہ درحقیقت یہ اس سے بھی بدتر چیز ہے۔ آپ غور کریں کہ ایک شخص کو معاشرے نے جنم دیا، پالا پوسا اور اس قابل بنایا کہ وہ کچھ کما سکے، خطرات سے اس کی حفاظت کی، نقصانات سے اسے بچایا اور معاشرے کے تمدنی و سیاسی نظام نے ان تمام خدمات کا انتظام کیا جن کی بدولت وہ امن سے بیٹھا اپنا کاروبار چلا رہا ہے۔ وہ اسی معاشرے کو ان ضرورتوں کے موقع پر جن میں کسی مالی نفع کا کوئی سوال نہیں ہے اور جن کے پورا ہونے سے دوسرے لوگوں کے ساتھ خود اس کا نفع بھی وابستہ ہے بلا سود قرض دینے پر آمادہ نہ ہونا بلکہ اپنے اس معاشرے سے یہ کہنا کہ تو چاہے اس روپے سے نفع کمائے یا نہ کمائے مگر میں تو اپنی رقم کا اتنا معاوضہ سالانہ ضرور لیتا رہوں گا۔

یہ کس قدر ظلم، ناانصافی اور ناحق شناسی کی بات ہے۔ یہ سب ظلم وستم کی داستانیں سود کی کوکھ سے جنم لے رہی ہیں۔

یاد رہے! یہ معاملہ اس وقت اور بھی زیادہ سنگین ہو جاتا ہے جب قوم کو جنگ پیش آئے اور سب کے ساتھ خود اس سرمایہ دار فرزندِ قوم کو اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کا سوال بھی درپیش ہو۔ ایسے موقع پر جو کچھ بھی قومی خزانے



سے خرچ ہوتا ہے وہ کسی کاروبار میں نہیں لگتا بلکہ آگ میں پھونک دیا جاتا ہے۔ اس میں منافع کا کیا سوال؟

اس کام میں قوم کے دوسرے لوگ اپنی جانیں، وقت اور محنت سب کچھ کھپا رہے ہوتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی یہ سوال نہیں کرتا کہ قومی دفاع کے لیے جو حصہ میں ادا کر رہا ہوں اس پر کتنا منافع سالانہ مجھ کو ملتا رہے گا؟ مگر پوری قوم میں سے صرف ایک سرمایہ دار ہی ایسا نکلتا ہے جو اپنا مال دینے سے پہلے یہ شرط طے کرتا ہے کہ مجھے ہر سو روپے پر اتنا منافع ہر سال ملنا چاہیے۔

② دوسری قسم کے حکومتی قرضے

ان کی نوعیت بھی وہی ہے جو عام افراد اور ادارے کاروباری اغراض کے لیے لیتے ہیں۔

حکومتوں کے بیرونی قرضے

وہ قرضے جو حکومتیں اپنے ملک سے باہر کے ساہوکاروں سے لیتی ہے۔ اس قسم کے قرضے بالعموم بہت بڑی بڑی رقموں کے لیے ہوتے ہیں جن کی مقدار کروڑوں سے گزر کر بسا اوقات اربوں اور کھربوں تک پہنچ جاتی ہے۔ حکومتیں ایسے قرضے زیادہ تر ان حالات میں لیتی ہیں جب ان کے ملک پر غیر معمولی مشکلات اور مصائب کا ہجوم ہوتا ہے اور خود ملک کے مالی ذرائع ان سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کافی نہیں ہوتے۔ اور کبھی حکومتیں اس لالچ میں بھی قرض لیتی ہیں کہ بڑا سرمایہ لے کر تعمیری کاموں پر لگانے سے ان کے وسائل جلدی ترقی کر جائیں گے۔ ان قرضوں کی شرح سود بہت زیادہ ہوتی ہے اور اس شرح پر اربوں روپے کا سالانہ سود ہی کروڑوں روپے ہوتا ہے۔ اور بین الاقوامی ساہوکار ضمانت کے طور پر قرض لینے والی حکومت کے محاصل میں سے کسی محصول (ذرائع آمدنی) کو رہن رکھ لیتے ہیں۔ اس نوعیت کے سودی قرضے ان تمام خرابیوں کے حامل ہوتے ہیں جن کا ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ مگر قرض کی یہ قسم ان سب خرابیوں کے ساتھ ایک اور خرابی اپنے اندر رکھتی ہے جو ان سب سے زیادہ خوفناک ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ان قرضوں کی بدولت پوری پوری قوموں کی مالی حیثیت خراب اور معاشی حالت تباہ ہو جاتی ہے جس کا نہایت برا اثر ساری دنیا کی معاشی حالت پر پڑتا ہے، پھر ان کی بدولت قوموں میں عداوت اور دشمنی کے بیج بوئے جاتے ہیں اور آخر کار انھی کی بدولت قوموں کے نوجوان دل برداشتہ ہو کر انتہا پسندانہ، سیاسی، تمدنی اور معاشی فلسفوں کو قبول کرنے لگتے ہیں اور اپنے قومی مصائب کا حل ایک خونی انقلاب یا ایک تباہی خیز جنگ میں تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو قوم کوئی بڑی رقم اس طرح پر سودی قرض لے لیتی ہے بہت ہی کم ایسا ہوتا ہے کہ اس کی وہ مشکلات رفع ہو جائیں جن سے نکلنے کے لیے اس نے یہ قرض لیا تھا۔ اس کے برعکس اکثر یہی قرض اس کی مشکلات میں مزید اضافہ کا سبب بنتا ہے۔ قرض کی قسطیں ادا کرنے کے لیے اسے اپنے افراد پر بہت زیادہ ٹیکس لگانا پڑتا ہے اور مصارف میں بہت زیادہ کمی کرنی پڑتی ہے۔ اس سے ایک طرف قوم کے عوام میں بے چینی بڑھتی ہے کیونکہ جتنا وہ خرچ کرتے ہیں اس کا بدل ان کو اس خرچ کے ہم وزن نہیں ملتا اور دوسری طرف اپنے ملک کے لوگوں پر اس قدر زیادہ بار ڈال کر بھی حکومت کے لیے قرض کی قسطیں اور سود باقاعدہ ادا کرتے رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر جب قرض دار ملک کی طرف سے ادائیگی میں مسلسل کوتاہی ہونے لگتی ہے تو بیرونی قرض خواہ اس پر الزام لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ بے ایمان ملک ہے، ہمارا روپیہ کھا جانا چاہتا ہے۔ ان کے اشاروں پر ان کے قومی اخبارات اس غریب ملک پر چوٹیں کرنے لگتے ہیں۔ تو قرض دار ملک کی حکومت اس پھندے سے نکلنے کی کوشش کرتی ہے کہ ٹیکسوں میں مزید اضافہ اور مصارف میں مزید کمی کر کے کسی طرح جلدی سے جلدی اس سے چھٹکارا پایا جائے مگر اس کا اثر ملک کے باشندوں پر یہ پڑتا ہے کہ ان کے مزاج میں تلخی آ جاتی ہے، بیرونی قرض خواہ کی چوٹوں اور سیاسی دباؤ پر وہ اور زیادہ چڑ جاتے ہیں۔ اور یوں سلسلہ بڑھتا رہتا ہے۔ اور قتل و غارت گری ڈاکا زنی وغیرہ جیسے جرائم جنم لیتے ہیں۔

اور سود کی شر انگیزی، فتنہ پردازی اپنی انتہا تک پہنچ جاتی ہے۔ کیا اس پر بھی کوئی صاحبِ عقل و ہوش آدمی یہ ماننے کے لیے لمحہ بھر سوچے گا کہ سود ایک ایسی برائی ہے جسے قطعی حرام ہونا چاہیے؟

کیا اس کے نقصانات اور برے نتائج دیکھ لینے کے بعد بھی کوئی سودی کاروبار کرنا چاہے گا؟ حدیث میں ہے: «اَلرِّبَا سَبْعُونَ جُزْأً أَيْسَرُهَا أَن يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ» ''سود اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کو اگر 70 اجزا میں تقسیم کیا جائے تو اس کا ایک ہلکے سے ہلکا جز اس گناہ کے برابر ہوگا کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔'' (سنن ابن ماجه: 2270)

اے اللہ! ہم سب کو سود کی لعنت سے محفوظ فرما۔ ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر سودی کاروبار ترک کرنے کی ہمت عطا فرما۔ کاش! آج کے سرمایہ دار بھی اسی طرح اعلان کر دیں جیسے حجۃ الوداع کے موقع پر رحمتِ عالم ﷺ نے کیا تھا۔ اور زمانہ جاہلیت کے ہر سود کو ختم کر دیا تھا۔ اور صرف اصل رقم واپس لوٹانے کا حکم دیا تھا۔

یاد رکھیے! دنیا گزر جانی ہے لیکن آخرت دائمی ہے، یہاں کی لذت عارضی اور آخرت کی دائمی، یہاں کی تکلیف مٹ جانے والی اور آخرت کی ہمیشہ رہنے والی ہے۔

انسان کا مال وہی ہے جو اس نے کھا لیا، پی لیا اور پہن لیا۔ باقی سب کچھ یہیں رہ جانا ہے، آیئے! عزم کریں، غور وفکر کریں اور آج ہی سودی کاروبار سے براءت کا اعلان کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔ اور ہمارے انفرادی، اجتماعی مسائل حل ہوسکیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہی راہِ نجات ہے۔





دارُالسّلام

انعامی کوئز پروگرام

Sh.Siddiq7@Gmail.com

ماہِ نومبر کے درست جوابات

① تعزیہ نکالنا، نوحہ و ماتم کرنا، سبیلیں لگانا، سیاہ لباس پہننا، غیر اللہ کے نام کی نذر و نیاز اور ذوالجناح کا جلوس وغیرہ۔

② عاشوراء کے روزے سے ایک سال گزشتہ کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

③ محرم کو ''اللہ کا مہینہ'' کہا گیا ہے۔

④ حرمت والے مہینے چار ہیں: رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم

بذریعہ قرعہ اندازی 6 ماہ کے لیے فری رسالہ پانے والوں کے نام

محمد احمد، بنت نعیم الدین (لاہور)، محمد یوسف خالد، صہیب عاصم، بریرہ بنت عبدالستار (گوجرانوالہ)، فیصل حنیف (فیصل آباد)، حافظ ابوذر غفاری، عبدالقدیر راشد (بہاولنگر)، ڈاکٹر ارشد (چکوال)، نور فاطمہ (وہاڑی)، عبدالصمد آزاد (بدین)، عبدالخالق (جیکب آباد)

عبارتیں ڈھونڈیں انعام پائیں

① یہ آگ تمھاری دشمن ہے۔

② بھٹو اور یحییٰ تین دن تک شراب کی محفلیں سجاتے رہے۔

③ جو عورت ولی کے اذن کے بغیر نکاح کرے گی اس کا نکاح باطل ہے۔

④ اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

بچوں کے لیے انعامی کوئز

① کیا قمری مہینوں میں سے کوئی مہینہ ''منحوس'' ہے؟

② پاکستان کو دولخت کب کیا گیا؟

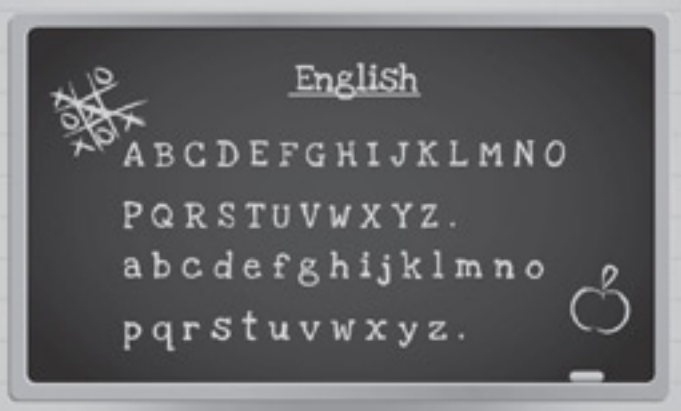
② پاکستان کو دولخت کرنے میں اہم کردار کس ملک نے ادا کیا؟

④ ''کرسمس'' کن لوگوں کا تہوار ہے؟

(قارئین جوابات بذریعہ ''ای میل'' بھی بھیج سکتے ہیں: Sh.Siddiq7@Gmail.com
قرعہ اندازی میں شامل ہونے کے لیے جوابات کا ہر مہینے کی 20 تاریخ تک پہنچنا ضروری ہے۔)



انگریزی زبان لسانی اور سماجی المیہ



اصغر علی صابر

اس حقیقت سے کون ناواقف ہے کہ موجودہ سائنسی علوم کا سرچشمہ ملتِ اسلامیہ کے عظیم سائنسدانوں ابن الہیثم، الخوارزمی، الکندی، عمر خیام، جابر بن حیان (ڈی این اے ٹیسٹ کی طرف پیش رفت کا بانی) اور ابن سینا وغیرہ نے اہل مغرب کو فراہم کیا۔ کیا انھوں نے اپنے محیر العقول کارنامے سرانجام دینے کے لیے پہلے انگریزی زبان پر عبور حاصل کیا تھا یا وہ انگریزی زبان سیکھے بغیر یہ تحقیقات وتخلیقات منظر عام پر لے آئے تھے؟..... طاغوتی قوتوں کی بھیک پر پلنے والے عقل کے اندھے ذہنی غلام اس بدیہی حقیقت کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں کہ وہ سکولوں کو انگلش میڈیم بنانے کے حوالے سے امت مسلمہ بالخصوص اہل پاکستان کے ساتھ کیا ظلم کرنے جا رہے ہیں۔ ڈائریکٹوریٹ آف پبلک انسٹرکشن پنجاب لاہور سے پچھلے تین سال سے جاری کیے جانے والے پے در پے کئی مراسلوں میں جو احکامات جاری کیے گئے ہیں ان کا لب لباب، خلاصہ بلکہ منشاء یہ ہے کہ انگریزی زبان کی برتری اور اردو زبان کو سرے سے بے کار اور ہیچ سمجھ کر ہزاروں سال کے ذخیرۂ علم کی نفی کی جائے، یعنی ان تہذیبوں، تمدنوں اور لوک ورثے کو کلیۃً لاحاصل قرار دے کر ردی کی ٹوکری ثابت کیا جائے۔

کالے انگریزوں اور ان کی ذریت کی طرف سے انگریزی علم و ادب کی وسعت کا تسلسل کوئی نئی بات نہیں بلکہ اس ساری صورتِ حال کا اگر ہم بالاستیعاب مطالعہ کریں تو بین السطور لارڈ میکالے کی اس شیطانی تعلیمی پالیسی کو جدید انداز میں پروان چڑھانا مقصود ہے جو 1935ء میں برصغیر کے لوگوں کو علمی لحاظ سے ہمیشہ کے لیے غلام بنانے کے لیے وضع کی گئی تھی۔ لارڈ میکالے نے یہی تو کہا تھا کہ یورپ کے کسی اچھے کتب خانے کی صرف ایک الماری ہندوستان اور عرب کے تمام علمی ذخیرے پر بھاری ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ کوئی اسلامی وقومی تعلیمی پالیسی پیش کی جاتی جو اسلامی تقاضوں اور قومی امنگوں سے ہم آہنگ ہوتی، ایسی پالیسی، ایسا نظام تعلیم جو آزادی کا آئینہ دار ہوتا، ہمارے آباء و اجداد اور ان کی زبان کو زندہ رکھتے ہوئے ہمیں وقار اور تمکنت کے ساتھ زندہ رہنے کا درس دیتا۔

لسانیاتی حوالے سے یہ چیز اظہر من الشمس ہے کہ ہر زبان کسی نہ کسی کلچر کا حصہ ہوتی ہے، چنانچہ ادب و حیا سے عاری کلچر کی ترجمان انگریزی زبان عریانیت کی نمائندہ تہذیب کی نمائندہ زبان ہے۔ عریانیت دوسرے لفظوں میں شیطانیت ہے اور شیطان انسان کو برہنہ کرنا چاہتے ہیں اور جب ہم ان کی زبان کو ان کے حیا باختہ کلچر کی آمیزش و امتزاج کے تناظر میں اپنا لیں گے تو ہم سچ مچ برہنہ ہو جائیں گے۔ نہ صرف لباس، نقاب اور حجاب کے اعتبار سے برہنہ ہو جائیں گے بلکہ دادا ابو کے پیار سے، نانی اماں کے محبت بھرے اظہار سے، زندگی کے ترجمان اشعار سے، اپنے دو آبوں سے، ستلج کی نیلی بار سے، کھیتوں کھلیانوں، رہٹوں ڈیروں، چوپالوں کی ضرب الامثالوں، چبوتروں، چوباروں، شادی بیاہ کے دیسی رواجوں، دودھ دہی لسی والے کلچر، موسموں اور

فصلوں سے متعلقہ اصطلاحات سے محروم ہو جائیں گے اور محروم کیے جائیں گے بلکہ محروم ہوتے جارہے ہیں۔ ہم بھی کفار کی اس لسانیاتی سازش کی رو میں بہہ کر ان اصطلاحات کو، الفاظ کو، عبارات کو انگریزی دانی کے شوق میں اپنے ہاتھوں سے قتل کر رہے ہیں۔

آج کا گریجوایٹ بچہ یا بچی یہ سوچے کہ اگر آج سے ساٹھ سال پہلے والے میرے آباء و اجداد زندہ ہوں تو کیا وہ ہماری گفتگو کو اور ہم ان کی گفتگو کو سمجھ سکتے، بالخصوص وہ جنوبی پنجاب کے کسی دور افتادہ دیہات کے رہنے

صحیح ترجمہ موجود نہیں، بالخصوص وہ رشتے ناتے جو اسلام اور مشرقی تمدن کی پیشانی کا جھومر ہیں، مثلاً: چچا، چچی، تایا، تائی، پھوپھا، پھوپھی، ماموں، ممانی، خالو، خالہ، سالا، سالی، بھابھی، بہنوئی، نند، نندوئی، ہم زلف، سمدھی، سمدھن، سمدھیانہ، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی، دادا، پردادا، شکردادا، دادی، پردادی، شکردادی، نانی، پرنانی، شکرنانی، دیور، دیورانی، جیٹھ، جیٹھانی، ربیب، ربیبہ، سوکن، سوکناپا، ماموں، خالہ، تایا اور پھوپھی زاد بھائی بہنیں (اردو زبان میں مقامِ احترام کا جائزہ لیں کہ زاد کے ساتھ بھائی اور بہن کا لفظ

بھی استعمال ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے اس نوعیت کے باقی معاملات کو بھی اسی آئینے میں دیکھا جانا چاہیے۔ عالمگیر سچائی یہی ہے کہ انگریزی زبان فطرت و احساس کے تقاضے پورے کرنے سے قاصر ہے، بالخصوص کتاب و سنت کے تناظر میں یہ زبان و کلچر تنگیٔ داماں ہی نہیں بلکہ تہی دامنی کا رونا روتے ہوئے نظر آتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس اظہار میں تشدد کا ذرا سا پہلو بھی نہیں کہ ننگی زبان کی بے حیا تہذیب خاندانی سلسلوں، خونی، عائلی اور تقدیس کی اکائیوں کی بھی دشمن ہے۔



والے ہوتے۔ میں کوئی لسان پرست نہیں لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ آسمان پہ لاتعداد چھوٹے چھوٹے ستارے اور سیارے ہیں مگر کیا کوئی سیارہ اپنے چاند میں، اپنے سورج میں یا اپنے سے بڑے ستارے میں ضم ہونا پسند کرے گا؟ یہ صحیح ہے کہ خالصتاً علمی اصطلاحات جن کے شاید اردو میں نعم البدل الفاظ موجود نہ ہوں لیکن اس کے برعکس اردو اور پنجابی کے بھی کثیر الفاظ کی تعداد ایسی ہے جن کا انگلش میں کوئی

بطور لازمی جز ہیں)، خلیا ساس، پھوپھی ساس وغیرہ وغیرہ۔

اندازہ کریں کہ پھوپھی اور خالہ کے مقدس اور عزت مآب رشتوں کے لیے بھی انگریزی میں لفظ Aunt ہے جن کے ساتھ آسمانی ہدایت کی روشنی میں نکاح نہیں ہوسکتا جبکہ ممانی، تائی، چچی کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے اور لفظ یہاں بھی Aunt ہے اور یہی لفظ بچوں کی شناسا آپا اور سکولوں میں متعین نوکرانی کے لیے

جو آدمی بلکہ جو ''بے چارہ آدمی'' فر فر انگریزی نہیں بول سکتا وہ اپنے آپ کو حسرت، مایوسی، افسوس، دکھ، صدمے اور احساس کمتری کے گڑھوں میں گرا ہوا محسوس کرتا ہے، حالانکہ اسے مسرت و انبساط کے فرطِ جذبات سے مملو ہونا چاہیے کہ میں تو ایسی زبان کا نمائندہ ہوں جو چند در چند ملاحظات میں انگریزی زبان پر تفاخر و برتری کا پہلو لیے ہوئے ہے جبکہ موخرالذکر کے دامن میں مایوسی، بے چارگی،

مفلسی، بے ادبی اور گستاخی کے سوا کچھ نہیں۔

آج جو لوگ صرف چسکے کے لیے انگریزی الفاظ کو اردو اور پنجابی میں زبردستی گھسیڑتے نظر آتے ہیں ان کی آنے والی نسلیں انھی الفاظ کو اپنے باپ دادا کی زبان سمجھیں گی، حالانکہ یہ ان کے باپ دادا کی نہیں، کسی اور کے باپ دادا کی زبان ہوگی۔ یہود و نصاریٰ تو چاہتے ہی یہی ہیں کہ ہماری زبان کے ذریعے ہمارے ماں باپ زندہ رہیں اور ان کے ماں باپ ان کی زبان نہ ہونے کی بنا پر مر جائیں۔ بظاہر یہ بات بڑی عجیب سی لگتی ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ جب زبان مر جاتی ہے تو انسان بھی مر جاتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں جب کسی زبان کو بولنے والے لوگ مر جاتے ہیں تو گویا وہ زبان اپنی موت آپ مر جاتی ہے۔ آنے والے لوگ کم ہی یا شاید ہی اس جھنجھٹ میں پڑتے ہیں کہ سابقہ نسلوں کی تصنیفات و تخلیقات کو تراجم کے ذریعے اگلی نسلوں کو منتقل کیا جائے اور اگر کسی قدر ایسا ہو بھی تو بے کیف مضمونوں اور پھیکی عبارتوں کی منتقلی!

چاہیے تو یہ تھا کہ ہم اپنی زبان کو وسعت دے کر غیر ملکی سرمائے کو اپنی زبان میں شامل کرتے۔ الٹا ہماری حماقت، بدقسمتی اور جاہلیت دیکھیے کہ لسانیاتی حوالے سے ہم اپنے گھروں کی لوٹ کھسوٹ کر رہے ہیں۔ لوٹ کھسوٹ کروا رہے ہیں، خاموشی سے لٹتا دیکھ رہے ہیں، محرومِ تمنا ہو رہے ہیں۔ خود تہی دست، مفلس اور بھکاری بن کر دوسروں کو مالا مال کر رہے ہیں۔ میں تمام دردمندوں سے نیاز مندانہ عرض کرتا ہوں کہ اٹھیں اور ایسی موثر تحریک برپا کریں کہ ریاستی، حکومتی اور دفتری سطح پر قومی زبان کو ایک آزاد قوم کے آزاد ملک کی آزاد زبان کی حیثیت مل سکے۔ صدیوں کی غلامی کے مارے ہوئے غلام قوم کے غلام حکمرانوں سے ان کے آقاؤں کی اجازت کے بغیر اپنا حق، اپنے باپ دادا کا حق وصول کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو پھر ایسا نہ ہو بقول شاعر ؎

سانوں نقداں دے وچ وی نہ ملیا
ادھار کوئی ہور لے گیا
اسیں بیٹھے رہ گئے چُوپدے گنڈیریاں
انار کوئی ہور لے گیا

چنانچہ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یقیناً ہماری مقننہ، عدلیہ، انتظامیہ، سول و ملٹری، تعلیم و تعلم، معیشت و تجارت، صنعت و حرفت بلکہ مختصراً ریاست و حکومت کا سارا انفراسٹرکچر عیسائیوں اور یہودیوں کے خونیں پنجوں سے یوں آزاد ہو جائے جیسے مکھن سے بال نکال لیا جاتا ہے اور ہم اپنے ٹوٹے ہوئے ستاروں کو مزید ریزہ ریزہ کرنے کی بجائے مہ کامل بنانے کے قابل ہو جائیں گے۔ ورنہ جاری صورتِ حال کی نوعیت تو یہ ہے کہ قومی زبان جو گھر کی مالکن بلکہ ملکہ ہے، اسے ہم گھر کیاں دے کر، ڈرا دھمکا کر بلکہ ٹھڈے مار مار کر گھر سے باہر نکال رہے ہیں اور جس بدیسی میم کا ہمارے گھر سے دور کا بھی کوئی رشتہ ناتا اور واسطہ نہیں اس کی ناز برداریاں کر کر کے اس کو اپنے گھر کی تباہی کی دعوت دے رہے ہیں۔

خراجِ تحسین بہ عبدالمالک مجاہد

ہے احیائے دِیں خواب ان کا سہانا
یہی زندگی کا ہے مقصد پرانا

ہو توحید کا بول بالا جہاں میں
یہ دستور ہے سب کو باور کرانا

ہے خواہش کریں شرک سے لوگ نفرت
تمنا کہ بچ جائے اس سے زمانہ

محبت ہو یا بُغض اللہ کی خاطر
یہی سب کے دل میں ہے جذبہ جگانا

سبھی ہیں مسلماں محبت کے لائق
سبق ان کو توحید کا ہے سکھانا

جو کہتے ہیں کرتے بھی ہیں دیں کی خاطر
نہیں ہے فقط شور بے جا مچانا

وہ خوش کرتے ہیں اپنی باتوں سے سب کو
شغل ان کا اپنوں میں ہنسنا ہنسانا

وہ کہتے ہیں حق بات بے خوف ہو کر
کوئی اپنا ہو یا ہو کوئی بیگانہ

بڑے ہی مدبر بڑے منتظم ہیں
لیاقت کا ہیں بے بہا وہ خزانہ

طبیعت انیسہ ملی ان کو حق سے
نفاست میں مشہور ان کا گھرانا

ادارے سے ان کے جو بھی منسلک ہے
وہ گاتا ہے شاہدؔ انھی کا ترانا

(محمد صدیق شاہدؔ)



محل وقوع اور اہمیت

لبنان بحیرۂ روم (Mediterranean) کے مشرقی ساحل پر چھوٹا مگر اہم ملک ہے۔ اس کے شمال اور مشرق میں سوریا یا شام (Syria)، جنوب میں فلسطین (غاصب اسرائیل) اور مغرب میں بحیرۂ روم واقع ہے۔ یہ خوبصورت ملک اپنے خوشبودار سیبوں، دیودار (Cedars) کے قدیم درختوں اور زیتون کے باغات کے لیے مشہور ہے۔ لبنان کو ''مشرق وسطیٰ کا سوئٹزرلینڈ'' اور ''شرق اوسط کا ہیرا'' اور اس کے دارالحکومت لبنان کو ''شرق اوسط کا پیرس'' کہا جاتا رہا ہے۔

لبنان ایک نظر میں

سرکاری نام: الجمہوریہ اللبنانیہ
دارالحکومت: بیروت (Beirut)
رقبہ: 10452 مربع کلومیٹر
آبادی: 42 لاکھ 24 ہزار (2009ء)
نظام حکومت: پارلیمانی جمہوریہ (نیم صدارتی)
صدر: میشل سلیمان (مئی 2008ء سے)
وزیراعظم: نجیب میقاتی (جنوری 2011ء سے)
نائب وزیراعظم: سمیر مقبول
سپیکر قومی اسمبلی: عبیہہ بیری
یوم آزادی: 22 نومبر 1943ء
زبانیں: عربی، فرانسیسی، انگریزی، ارمنی
شرح خواندگی: 75 فیصد
قومی ودفتری زبان: عربی
مذہب: اسلام، عیسائیت
دارالحکومت: بیروت
سکہ: لبنانی پونڈ یا لیرا (1 ڈالر = 1474.9 لیرا)
فی کس آمدنی: 15522 امریکی ڈالر

دودھیا ملک: لبنان

لبنان کا نام سامی عربی لفظ لبن سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''سفید'' یا ''دودھ'' کے ہیں۔ یوں ''لبنان'' ملک کے برف سے ڈھکے پہاڑوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ نام تیسری ہزاری ق م کی ابلائی تختیوں میں، عبرانی بائبل میں

لبنان

شرق اوسط کا ہیرہ

محسن فارانی





(70 مرتبہ) اور سرزمین شام کی قدیم داستان گلگامیش (2100 ق م) میں استعمال ہوا ہے۔

لبنان: تاریخ کا گہوارہ

یہ ملک عربی میں لبنان، فرانسیسی میں Lebon اور انگریزی میں Lebanon کہلاتا ہے۔ یہ زمانہ قبل از تاریخ سے آباد ہے۔ یہاں سات ہزار سال سے زیادہ عرصہ پہلے تہذیب کا آغاز ہوا، اس لیے اسے انسانی تاریخ کا گہوارہ کہا جاسکتا ہے۔ لکھائی کا آغاز یہیں سے ہوا۔ یہاں سب سے پہلے سامی نسل کے فنیقیوں (Phoenicians) نے حرف ایجاد کیے جن سے عبرانی و عربی کے الف، باء، تاء اور یونانی کے الفا، بیٹا، تھیٹا وغیرہ وجود میں آئے۔ انھی لوگوں نے پہلے پہل جہاز رانی شروع کی۔

فنیقیوں نے یہاں بیلوس (Byblos)، صیدا، (Sidon)، صور (Tyre) اور طرابلس (Tripoli) کی بندرگاہوں کو ترقی دی۔ ان کا زمانۂ عروج 3000 ق م سے 1000 ق م تک رہا۔ تب یہ ملک فنیقیہ کہلاتا تھا۔ اس دوران میں فنیقی تہذیب شمالی افریقہ اور سپین تک پھیل گئی۔ وہاں انھوں نے طرابلس (لیبیا)، کارتھیج یا قرطاجہ (تیونس) اور قرطاجنہ (سپین) جیسے شہر آباد کیے۔ آج بھی بعض لبنانی مسیحی خود کو فنیقی کہتے ہیں۔

ایرانی، یونانی اور رومی تسلط

آٹھویں صدی ق م میں شام اور لبنان پر عراق کے اشوری (Assyrians) قابض ہو گئے پھر 573 ق م میں لبنان پر شاہ بابل بخت نصر غالب آیا۔ 539 ق م میں شاہ ایران کوروش کبیر (سائرس اعظم) نے عراق و شام کے بعد لبنان پر قبضہ کر لیا، اسے خورس یا ذوالقرنین بھی کہا جاتا ہے۔ دو صدیوں کی ایرانی حکومت کے بعد یونانی فاتح سکندر اعظم نے لبنان فتح کیا اور اس کا اہم ترین شہر صور جلا دیا کیونکہ اہل صور نے ہتھیار ڈالنے سے انکار کر دیا تھا۔ سکندر کے بعد لبنان پونے تین سو برس یونانیوں کے تسلط میں رہا۔ پہلی صدی ق م میں یہاں رومی آ پہنچے اور پھر چوتھی صدی عیسوی میں بازنطینی سلطنت کا پرچم لہرانے لگا جس کا مرکز قسطنطنیہ تھا۔

لبنان اسلام کی آغوش میں

دوسرے خلیفہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے لبنان فتح کیا۔ صور، صیدا، بیروت، بیلوس (موجودہ جبیل) اور طرابلس یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے قبضے میں آگئے۔ خلافت راشدہ کے بعد یہاں اموی اور عباسی خلافتوں کا دور دورہ رہا۔ اس دوران میں لبنان کے بیشتر باشندے مسلمان ہو گئے۔ اسلامی دور میں لبنان شام کا حصہ شمار ہوتا تھا۔ دسویں صدی عیسوی کے اواخر سے لبنان مصر کی فاطمی خلافت کے قبضے میں رہا حتی کہ سلجوقی ترکوں نے فاطمیوں کو لبنان سے نکال باہر کیا۔

لبنان پر صلیبی تسلط

1109ء سے 1124ء تک یورپی صلیبیوں نے لبنان کے شہروں طرابلس، بیروت، صیداء اور صور پر قبضہ کر لیا اور یہاں طرابلس کی مسیحی ریاست کی بنیاد پڑی۔ صلیبیوں نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے۔ مصر و شام کے ممالیک سلاطین نے 1189ء تک صلیبیوں سے لبنان آزاد کرالیا۔ 1516ء تک لبنان پر ممالیک حکمران رہے اور پھر عثمانی حکومت کرتے رہے۔ عثمانی اقتدار 1516ء سے 1918ء تک جاری رہا۔ 1109ھ/1697ء میں لبنان میں فخرالدین المعنی (الدرزی) نے بغاوت کی جو سختی سے دبا دی گئی۔ انیسویں صدی میں عثمانی سلطنت کمزور ہوئی تو مغربی طاقتوں نے لبنان میں مداخلت شروع کر دی۔

لبنان اور فرانسیسی استعمار

1864ء میں فرانس کے دباؤ پر عثمانی خلیفہ عبدالعزیز نے لبنان کو داخلی خود مختاری دے دی۔ پہلی جنگ عظیم (18-1914ء) کے بعد سان ریمو کانفرنس (1920ء) میں اتحادیوں نے سلطنت عثمانیہ (ترکی) کے حصے بخرے کیے تو لبنان پر فرانس قابض ہو گیا۔ اس زمانے میں یہاں مغربی کلچر کو فروغ ملا۔ 26 نومبر 1941ء کو اہل لبنان نے اپنی آزادی کا اعلان کر دیا جبکہ جرمنی فرانس پر قابض ہو چکا تھا۔ 22 نومبر 1943ء کو نازی جرمنی کی زیر حمایت فرانس کی وِشی (Vichy) حکومت نے لبنان کی آزادی تسلیم کر لی۔ 1365ھ/1946ء میں فرانسیسی فوجیں لبنان سے نکل گئیں۔

لبنان کا جغرافیہ

لبنان رومی خطے کا سرسبز و شاداب ملک



ہے۔ اس کا ساحلی میدان بہت زرخیز ہے۔ زیادہ آبادی بھی ساحلی شہروں میں ہے جبکہ مشرقی لبنان میں شمالاً جنوباً برف پوش پہاڑی سلسلے جبال لبنان اور جبال لبنان الشرقیہ اور جبل الشیخ (Mt. Hermon) واقع ہیں۔ آخر الذکر دونوں شام و لبنان کی سرحد پر پھیلے ہوئے ہیں۔ جبال لبنان کی چوٹی قرنۃ السوداء (3088 میٹر) ملک کی بلند ترین چوٹی ہے۔ ان کے درمیان وادی بقاع واقع ہے۔ یہاں شمال کو دریائے عاصی بہتا ہوا شام میں داخل ہوتا ہے اور جنوب کو لیطانی بہتا ہے۔ پھر دونوں مغرب کو مڑ کر بحیرۂ روم میں جا گرتے ہیں۔ اردن اور فلسطین کا مشہور دریا ''دریائے اردن'' بھی جنوبی لبنان کے پہاڑوں سے نکلتا ہے اور البحرالمیت (بحیرۂ مردار) میں گرتا ہے۔ لبنان میں دیودار کے بعض درخت پانچ ہزار سال پرانے ہیں جنھیں قومی ورثہ قرار دیا گیا ہے۔ لبنان کے پرچم پر بھی دیودار کی تصویر ہے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام لبنان میں

ابوالانبیاء ابراہیم علیہ السلام حلب سے فلسطین جاتے ہوئے بعلبک (لبنان) سے گزرے تھے، چنانچہ یاقوت حموی صاحب معجم البلدان لکھتے ہیں کہ بعلبک کے قلعے میں مقام ابراہیم الخلیل موجود ہے۔ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ملکہ بلقیس کے مہر میں اسے بعلبک شہر دیا اور یہاں اس کے لیے ایک محل تعمیر کرایا جو سنگ مرمر کے ستونوں پر ایستادہ ہے۔ اس میں مالک اشترنخعی سے منسوب ایک قبر بھی ہے مگر یہ بات درست نہیں۔ (معجم البلدان جلد اول)

لبنان کے مشہور علماء

- امام ابوعمر عبدالرحمٰن اوزاعی رحمہ اللہ: یہ امام اہل شام کہلاتے تھے، بہت بڑے محدث تھے اور بیروت میں رہتے تھے۔ انھوں نے امام زہری رحمہ اللہ اور عطاء رحمہ اللہ سے حدیث کی سماعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے 70 ہزار مسائل کے جواب دیے۔ وہ بعلبک میں 88ھ/707ء میں پیدا ہوئے تھے اور محلّہ اوزاعی، بیروت میں 157ھ/783ء میں انتقال فرمایا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ ان کے شاگرد تھے۔
- ابوالحسن علی بعلبکی: یہ شافعی فقیہ تھے۔ مشہور مورخ حافظ ابن عساکر انھی کے شاگرد تھے۔ ابوالحسن علی نے بعلبک میں 535ھ/1140ء میں وفات پائی۔
- قاضی ابومحمد صدرالدین عبدالرحمٰن بعلبکی: یہ محدث، ادیب اور متبحر فقیہ تھے۔ صیام و تہجد کا کثرت سے اہتمام کرتے۔ بعلبک میں قاضی رہے۔ انھوں نے 656ھ/1258ء میں مدرسہ بعلبک میں نماز ظہر کی تیسری رکعت میں وفات پائی جبکہ وہ امامت کرا رہے تھے۔
- ابوالفداء عمادالدین اسماعیل بن محمد بن بردس بعلبکی حنبلی (86-720ھ/84-1319ء) ایک بڑے عالم اور مصنف تھے۔ ان کی مشہور ترین کتاب بغیة الأریب فی اختفاء التهذیب ہے۔
- ابراہیم بن عمر بقاعی: یہ 809ھ/1406ء میں وادی بقاع میں پیدا ہوئے۔ بہت بڑے عالم تھے۔ ان کی سات جلدوں میں تفسیر قرآن ''نظم الدُّررفی تناسب الآیات و السُّور'' مشہور ہے۔ انھوں نے 885ھ/1480ء میں دمشق میں وفات پائی۔

لبنان کا مثلثی نظام

لبنان میں 1932ء میں مردم شماری ہوئی تھی جس کے مطابق مسلمان 57 فیصد، عیسائی 40 فیصد اور دروز 3 فیصد تھے۔ لیکن اقتدار عیسائیوں کو سونپنے کے لیے حکومت فرانس نے مسلمانوں میں سنی اور شیعہ کو الگ الگ قومیں شمار کیا۔ یوں سنی مسلمان 30 فیصد اور شیعہ مسلمان 27 فیصد ٹھہرے۔ 1932ء کے بعد آج تک لبنان میں مردم شماری نہیں ہونے دی گئی، چنانچہ 1943ء کے غیر تحریری قومی معاہدہ (National Covenant) کی رو سے لبنان میں صدر ہمیشہ ماروئی مسیحی ہوتا ہے جبکہ وزیر اعظم کا سنی مسلمان اور سپیکر کا شیعہ مسلمان ہونا ضروری ہے۔ یوں صدارتی نظام حکومت میں لبنان کی مسیحی اقلیت کو بالادستی حاصل ہے اور فوج میں بھی وہی مؤثر ہیں۔ 1948ء اور 1967ء کی اسرائیلی جارحیت کے بعد بڑی تعداد میں فلسطینی باشندے لبنان میں پناہ گزیں ہوئے۔

لبنانی خانہ جنگی اور صبرہ و شتیلا کا قتل عام

1975ء میں لبنان میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان خانہ جنگی پھوٹ پڑی جو تقریباً 15 سال جاری رہی۔ اس میں ڈیڑھ لاکھ افراد ہلاک اور 2 لاکھ زخمی ہوئے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر اسرائیل نے دو بار 1978ء اور 1982ء میں لبنان پر حملہ کیا۔ 14 جون



1982ء کو اسرائیل کی فوج نے بیروت کا محاصرہ کرلیا۔ 14 ستمبر کو نومنتخب صدر بشیر جمیل قتل کر دیے گئے تو اسرائیلی فوج مغربی بیروت میں داخل ہوگئی جہاں تنظیم آزادی فلسطین کا مرکز تھا۔ 16 ستمبر کو اسرائیلی جنرل شیرون کے اشارے پر جنرل حداد کے مسیحی ملیشیا نے صبرہ اور شتیلا کے فلسطینی مہاجر کیمپوں میں وحشیانہ قتل عام کیا۔ سینکڑوں مسلمان بچے، عورتیں اور بوڑھے شہید کر دیے گئے۔ مئی 1983ء میں اسرائیلی فوج لبنان سے نکال لی گئی۔ 1990ء میں معاہدہ طائف کی رو سے خانہ جنگی ختم ہوئی۔

حزب اللہ: شیعہ ملیشیا

یہ گوریلا تنظیم 1982ء میں لبنان پر اسرائیلی حملے کے زمانے میں وجود میں آئی۔ جون 2011ء سے اس کے نمایندے حکومت میں بھی شامل ہیں۔ اس کا اپنا ریڈیو سٹیشن اور سیٹلائٹ ٹی وی ہے۔ 2000ء میں اسرائیل نے جنوبی لبنان خالی کیا تو حزب اللہ کی طاقت بڑھ گئی۔ اس کے سیکرٹری جنرل حسن نصراللہ 1992ء سے اس کی قیادت کر رہے ہیں۔ 12 جولائی تا 14 اگست 2006ء اسرائیل اور حزب اللہ کی 34 روزہ جنگ میں اسرائیل کو ہزیمت اٹھانی پڑی تھی۔ اس لڑائی میں 165 اسرائیلی اور تقریباً 1300 لبنانی مارے گئے اور اسرائیل جنوبی لبنان کی سرحدی پٹی بھی خالی کرنے پر مجبور ہوگیا۔ ان دنوں حزب اللہ کے جنگجو شام کی سرکاری افواج کی حمایت میں اہل سنت کی تحریک الحر کے خلاف لڑ رہے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

- لبنان کے جھنڈے پر دیودار مضبوطی اور تقدس کی علامت ہے۔
- لبنان کے آداب میزبانی کے مطابق مہمان کو احساس دلایا جاتا ہے کہ وہ خود کو مکمل محسوس کرے۔
- لبنان میں مقبول کھیل فٹ بال، باسکٹ بال اور والی بال ہیں۔
- 40 فیصد لبنانی فرانسیسی زبان بولتے ہیں جبکہ اکثریت لبنانی عربی بولتی ہے۔

لبنانی میڈیا

- لبنان کے مشہور اخبارات النہار، الانوار، المستقبل، الدیار، لا اورینٹ (فرنچ) اور ڈیلی سٹار (انگریزی) ہیں۔
- ٹی وی چینلز میں LBC، فیوچر ٹی وی، ٹیلی لیبان (سرکاری) اور المنار ٹی وی (حزب اللہ) ہیں۔
- وائس آف لبنان، ریڈیو لبنان، صوت الغد (کل کی آواز) اور ''ریڈیو ون'' مشہور ریڈیائی

قارئین ضیائے حدیث کے نام اہم پیغام

- تبلیغ قرآن وسنت اور دارالسلام نیٹ ورک کو وسیع تر کرنے اور اسے عوامی حلقوں تک پھیلانے کے لیے معزز قارئین کے رابطہ نمبر درکار ہیں۔
- جن قارئین نے ضیائے حدیث اپنے نام جاری نہیں کروایا ہوا وہ ساتھ اپنا ایڈریس بھی بھیجیں۔
- قارئین نمبر بتاتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

ایڈریس اور فون نمبر بھیجنے والوں کے لیے کتابوں کی صورت میں دس انعامات بذریعہ قرعہ اندازی

دفتر ضیائے حدیث
دارالسلام 36 لوئر مال لاہور

مطلوبہ معلومات E.MAIL | SMS بھی کر سکتے ہیں
0322-8246740 | ziaehadith1@yahoo.com

کل پاکستان انعامی تحریری مقابلہ مقالہ نویسی

بعنوان
تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے عصری مباحث اور تقاضے

انعامات

اول: پانچ ہزار روپے نقد + قیمتی کتابوں کا سیٹ + خوبصورت شیلڈ + سند امتیاز
دوم: تین ہزار روپے نقد + قیمتی کتابوں کا سیٹ + خوبصورت شیلڈ + سند امتیاز
سوم: دو ہزار روپے نقد + قیمتی کتابوں کا سیٹ + خوبصورت شیلڈ + سند امتیاز

ان تین انعامات کے علاوہ 5 انعامات حسن کارکردگی کی بنا پر اگلی 5 پوزیشنز حاصل کرنے والوں کو خوبصورت شیلڈ، قیمتی کتب اور سند امتیاز کی صورت میں دیے جائیں گے۔ اس کے علاوہ مقابلے میں شرکت کرنے والے ہر امیدوار کو سند امتیاز اور متعلقہ موضوع پر خوبصورت اسلامی کتابچے دیے جائیں گے۔ مقالہ موصول ہونے کی آخری تاریخ 28 فروری 2013ء ہے۔

مقالہ لکھنے کے سلسلے میں مزید تفصیلات کے لیے مندرجہ ذیل ایڈریس پر رابطہ کریں۔

اسداللہ ساقی **ناظم:** تحریک تحفظ ختم نبوت، جڑانوالہ، ضلع فیصل آباد
Tel:0333-3314142 | 0300-6536677 | khatmenabuwatjrw@gmail.com



ادارے ہیں۔

لبنان کی صوبائی تقسیم

لبنان کو درج ذیل محافظات (صوبوں) میں تقسیم کیا گیا ہے۔

① محافظہ البقاع ② محافظہ جبل لبنان ③ محافظہ النبطیہ ④ محافظہ الشمال ⑤ محافظہ الجنوب ⑥ محافظہ بیروت۔

صور وصیداء مسدس حالی میں

مولانا الطاف حسین حالی ''مسدس مدوجزر اسلام'' میں کاہلی اور سستی کی خرابیاں بیان کرتے ہوئے فنیقی عہد کے لبنان کے دو تاریخی شہروں صُور اور صَیداء کا حوالہ دے کر کہتے ہیں ۔

کیا صور و صیداء کو برباد اس نے
بگاڑا دمشق اور بغداد اس نے

لبنان کے تاریخی شہر

صیداء (Sidon): اسے 4000 ق م میں فنیقیوں نے بحیرۂ روم کے ساحل پر آباد کیا تھا۔ اسے دوبار اشوریوں اور کلدانیوں (بخت نصر) نے تباہ کیا۔ 332 ق م میں اسے سکندر اعظم نے فتح کیا۔ چھٹی صدی عیسوی میں ایک زلزلے نے یہاں تباہی مچائی۔ مسلمانوں نے اسے 637ء میں فتح کیا۔

صور (Tyre): یہ شہر ایک چھوٹے سے جزیرے پر 3000 ق م میں آباد ہوا تھا۔ اپنے عہد عروج میں صور بحیرہ روم کی تجارت کا مرکز بن گیا تھا۔ صور (طائر) اور صیدا (صیدون) کا بائبل میں بار بار ذکر آیا ہے۔ سکندر اعظم نے اسے فتح کرنے کے لیے جزیرے تک مٹی ڈال دی۔ اس طرح مرورِ ایام سے صور تک ایک خاکنائے بن گئی۔ یوں اب صور جزیرہ نما پر آباد ہے۔ بلاذری کے بقول عہد فاروقی میں صور سیدنا شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا۔ 518ھ/1124ء میں صور پر صلیبی قابض ہو گئے تھے۔

بعلبک: یہ جبال لبنان الشرقیہ کے مغرب میں میدان بقاع کے شمالی حصے میں واقع ہے۔ یونانی دور میں یہ شہر ہیلیو پولس (سورج کا شہر) کہلاتا تھا۔ رومی عہد میں یہاں مشتری دیوتا (جوپیٹر) کا مندر بنا۔ بعل حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم کا بت تھا جسے وہ لوگ پوجتے تھے، اس لیے اس کا نام بعلبک پڑا۔ یہاں سیدنا الیاس علیہ السلام اور سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بہن حفصہ کی قبریں ہیں۔ بعلبک 16ھ/637ء میں فتح دمشق کے بعد مسلمانوں کے قبضے میں آیا تھا۔ 1154ء میں سلطان نورالدین زنگی نے اسے صلیبی قبضے سے چھڑایا۔

طرابلس

شمالی لبنان کا یہ ساحلی شہر بھی فنیقیوں نے آباد کیا تھا۔ یہ دراصل تین حصوں پر مشتمل تھا جنھیں دیواریں الگ الگ کرتی تھیں۔ اس کا فنیقی نام معلوم نہیں، تاہم اس کا یونانی نام ٹریپولس یا ٹریپولی (Tri تین اور Polis شہر) مشہور ہوا جسے عربوں نے طرابلس یا اطرابلس کا نام دیا۔ انگریزی میں یہ Tripoli (ٹریپولی) کہلاتا ہے۔ اسلامی عہد میں فرق کے لیے اسے طرابلس الشام کہا جاتا تھا جبکہ اسی نام کا لیبیا کا شہر طرابلس الغرب کہلاتا تھا۔ 1109ء سے 1289ء تک طرابلس صلیبیوں کے قبضے میں رہا حتی کہ مملوک سلطان سیف الدین قلاوون نے 688ھ/1289ء میں اسے آزاد کرالیا اور اس صلیبی قلعے کی دیواریں کھدوا ڈالیں۔ پرانا شہر تباہ کر کے کوہ زائرین پر ایک نیا شہر آباد کیا۔ اب طرابلس لبنان کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ آبادی تقریباً 2 لاکھ ہے۔

بیروت

یہ بحیرۂ روم کی اہم بندرگاہ، تاریخی، تجارتی، ثقافتی و صنعتی شہر اور لبنان کا دارالحکومت ہے۔ اس کی آبادی 19 لاکھ ہے۔ اسے رومی عہد میں بیروتس کے نام سے شہرت ملی۔ تیسری صدی عیسوی میں بیروت کا علمی مدرسہ ایتھنز (یونان) اور اسکندریہ (مصر) کے مدارس کی سی شہرت کا حامل تھا۔ 555ء میں زلزلے نے بیروت تباہ کر دیا۔ اس کی جامعہ عربیہ، امریکن یونیورسٹی، جامعہ لبنانیہ اور سینٹ جوزف یونیورسٹی مشہور ہیں۔ بیروت طباعت کا بہت بڑا مرکز ہے۔ دارالسلام انٹرنیشنل کی بہت سی کتب خصوصاً چہار رنگ طباعت کی کتابیں بیروت سے شائع ہوئی ہیں۔ 1982ء اور 2006ء میں اسرائیل نے بیروت پر تباہ کن بمباری کی۔

دار صادر، مؤسسة الرسالة، دارالمعرفة، دارالکتب العلمیة، دارالمشرق، دارالعلم للملایین اور داراحیاء التراث العربی بیروت کے مشہور طباعتی ادارے ہیں۔

خواتین کا ذوقِ قرآن



واقعات کے تناظر میں ایمان افروز تحریر

قاری طارق جاوید عارفی، ریسرچ فیلو دارالسلام

آغازِ اسلام سے مسلمان خواتین وحضرات تحصیل علم اور اشاعت علم میں مشغول نظر آتے ہیں۔ جس طرح صحابہ وتابعین مسندِ علم بچھائے درس وتدریس میں منہمک نظر آتے ہیں، اسی طرح صحابیات وتابعیات بھی درس وتدریس میں مشغول نظر آتی ہیں۔ میدانِ تعلیم میں جس طرح مردوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں، اسی طرح خواتین نے بھی بے مثال علمی کارنامے انجام دیے ہیں۔ جہاں علماء کے شاندار کارناموں کے تذکرے ہیں، وہاں عالمات کے کارنامے بھی تذکروں میں محفوظ ہیں۔ تاہم بیشتر تذکرے عربی اور فارسی زبانوں میں ہیں جن سے نسلِ جدید واقف نہیں۔ چند کتابیں خواتین کی تعلیم سے متعلق اردو زبان میں بھی شائع ہوئی ہیں مگر ان کا دائرہ کار بڑا محدود ہے۔ ان میں عالمِ اسلام کی وسیع اور درخشاں تاریخ سے کمتر استفادہ کیا گیا ہے۔

تہذیبِ اسلامی کی پروردہ خواتین کیسی ہوتی تھیں؟ یہ بات اب کتابوں میں ہی دیکھی جا سکتی ہے۔ اس لیے کہ مغربی تہذیب کی چکاچوند نے وہ سانچے ہی توڑ ڈالے ہیں جن میں یہ پاکباز اور پاک نہاد خواتین ڈھل کر نکلتی تھیں۔ سب سے زیادہ حسرت اس بات کی ہے کہ آیندہ ایسی ہستیاں پیدا نہ ہوں گی۔ وہ ماحول ہی نہ رہا جس کی وہ تخلیق کردہ تھیں اور وہ سانچہ ہی ٹوٹ گیا جس میں ان کے کردار ڈھائے گئے تھے۔

میرا دل چاہتا ہے کہ ان مٹی ہوئی صورتوں کی ایک جھلک دورِ حاضر کی خواتین کے سامنے رکھوں۔ شاید ان کے اذہان وقلوب میں بھی انھی کی طرح بننے کا احساس اور شعور پیدا ہو جائے اور ہم اپنی کھوئی ہوئی عظمتِ رفتہ کی طرف پیش قدمی کر سکیں۔

اس کا آغاز قرآن مجید سے کیا جا رہا ہے۔ یعنی اسی مضمون میں خواتین کے ذوقِ قرآن کا تذکرہ کروں گا اور اس کے بعد کے مضامین میں خواتین کی دیگر علمی وعملی خدمات کا جائزہ پیش کروں گا۔

قرآن پڑھنا پڑھانا دنیا کا سب سے عمدہ اور افضل مشغلہ ہے۔ جب سے صحابہ کرام دولتِ قرآن سے مالا مال ہوئے بقیہ تمام دولتیں ان کی نظروں میں ہیچ ہوگئیں۔ قرآن مجید نے ان کے ذوق میں ایسی تبدیلی پیدا کی اور ان کے جذبات کو ایسا ولولہ دیا کہ قرآن مجید کی تعلیم وتعلم اور تعمیل ان کی زندگی کا واحد مقصد ٹھہرا۔ ان کے ذوق کی اسی عمدگی اور عمل بالقرآن کا نتیجہ تھا کہ چہاردانگِ عالم اسلام کا پھریرا لہرایا گیا اور خود وہ عزت وعظمت کی رفعتوں پر فائز ہوگئے۔ بقول شاعر مشرق ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

صحابہ کرام کے اس ذوق میں صحابیات بھی برابر کی شریک نظر آتی ہیں۔ تلاوتِ قرآن اور

فہم قرآن کے سلسلے میں ان کی جہود و مساعی اور خدمات تاریخ اسلام کا سنہرا باب ہیں۔ امہات المومنین میں سے سیدہ عائشہ، سیدہ حفصہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہن اس معاملے میں پیشوا اور امام کی حیثیت رکھتی ہیں۔ پھر ان تینوں میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بقیہ دو پر فوقیت رکھتی ہیں بلکہ قرآن فہمی میں وہ اکابر صحابہ کے برابر درجہ رکھتی ہیں۔ قرآنِ مجید سے انھیں گہرا شغف تھا۔ قرآن مجید کی کثرت سے تلاوت کیا کرتی تھیں۔ نہ صرف خود قرآن مجید کی تلاوت کرنا انھیں بڑا محبوب تھا بلکہ دوسروں سے قرآنِ مجید کی تلاوت سننا بھی انھیں بڑا پسندیدہ تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت سے محبت کا عالم یہ تھا کہ اگر کہیں خوبصورت آواز میں تلاوت قرآن ان کے کانوں میں پڑتی تو بے ساختہ ان کے قدم رک جاتے اور وہ ہر چیز سے ماورا ہو کر قرآن کی سماعت میں منہمک ہو جاتیں۔ ایک دفعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رات کے وقت ضرورت کے تحت باہر نکلیں اور بارگاہِ نبوی میں حاضری میں دیر ہو گئی۔ نبی ﷺ نے پوچھا: ''تم کہاں رہ گئی تھیں؟'' وہ فرمانے لگیں: میں آپ کے ایک صحابی کی قراءت سن رہی تھی۔ میں نے کسی اور کی اس قدر عمدہ قراءت نہیں سنی (اس لیے وہیں ٹھہر گئی اور آنے میں دیر ہو گئی۔) یہ سن کر آپ ﷺ خود اس صحابی کی تلاوت سننے کے لیے تشریف لے گئے اور تلاوت سننے کے بعد اس کی تعریف کی۔ (سنن ابن ماجه:1338)

قرآن مجید کے ساتھ ان کا گہرا لگاؤ ہی تھا کہ وہ نوافل اپنے غلام ذکوان کی اقتدا میں ادا کرتیں اور وہ قرآن مجید دیکھ کر پڑھتا اور ان کی امامت کراتا۔

(صحيح البخاري، قبل الحديث: 692)

قرآن کی تلاوت کرنے اور اچھی آواز والے قراء سے سننے کے ذوق کے ساتھ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن فہمی اور تفسیرِ قرآن میں بھی بڑی مہارت رکھتی تھیں۔ اس معاملے میں بڑے بڑے صحابہ ان کے ہاں حاضری دیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ قرآن مجید کو غور و تدبر کے ساتھ پڑھتی تھیں اور جہاں کہیں انھیں اشکال ہوتا، فوراً بارگاہِ نبوی سے رجوع کرتیں۔ کتب احادیث میں اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں جن میں سے دو مثالیں پیشِ خدمت ہیں۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ» ''جس سے حساب لیا گیا وہ عذاب سے دو چار ہوگا۔'' اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: ﴿فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا﴾ ''عنقریب ان سے بڑا آسان حساب لیا جائے گا۔'' (الإنشقاق 4:84) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''(اس آیت میں جس آسان حساب کا ذکر ہے) وہ تو اعمال کی پیشی ہے۔ جس کے اعمال میں تفتیش شروع ہو گئی وہ برباد ہو گیا۔'' (صحيح البخاري: 4939)

صفا اور مروہ کی سعی حج اور عمرے کا ایک اہم رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ ''بلاشبہ صفا و مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں، لہٰذا جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے، اس پر کوئی حرج نہیں ہے کہ وہ ان دونوں کا طواف کرے۔'' (البقرة2: 158)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے عروہ بن زبیر ان سے کہنے لگے: خالہ جان! اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر کوئی صفا و مروہ کی سعی نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: بھانجے! اگر آیت کا مطلب وہی ہوتا جو تم سمجھے ہو تو قرآنی آیت کے الفاظ یوں ہوتے: ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ لَّا يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾ ''اگر وہ ان کا طواف (سعی) نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔'' دراصل یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ اوس اور خزرج کے لوگ اسلام سے قبل منات کی جے پکارا کرتے تھے۔ اور مشلل پہاڑی پر اس کی عبادت کرتے تھے اور پھر مکہ پہنچ کر ایسے لوگ صفا و مروہ کے درمیان سعی کو گناہ سمجھتے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی جس میں کہا گیا کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی گناہ نہیں ہے۔

(صحيح البخاري:1643)

امام زہری کہتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث امام ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث کو بیان کی تو انھیں بڑی پسند آئی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس نکتہ آفرینی کو سراہتے ہوئے فرمانے لگے: «إِنَّ هٰذَا الْعِلْمُ» ''علم اس کو کہتے ہیں۔''

(صحيح مسلم:1277)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرآن سے محبت، قرآن فہمی اور علم بالقرآن کا اندازہ حضرت عروہ بن زبیر کے اس قول سے لگایے، فرماتے

ہیں: « مَارَأَيْتُ اَحَدًا مِّنَ النَّاسِ أَعْلَمَ بِالْقُرْآنِ وَلَا فَرِيضَةٍ وَلَا حَلَالٍ وَّلَا حَرَامٍ وَّلَا بِشِعْرٍ وَّلَا بِحَدِيثِ الْعَرَبِ وَلَا أَنْسَبَ مِنْ عَائِشَةَ» ''میں نے سیدہ عائشہ ؓ سے بڑھ کر قرآن مجید، فرائض، حلال وحرام، شعرو ادب، اہل عرب کی تاریخ اور ان کے حسب و نسب کو جاننے والا کسی کو نہیں پایا۔''
(تذکرۃ الحفاظ:1/27)

سیدہ عائشہ ؓ کی طرح سیدہ حفصہ ؓ بھی قرآن مجید کے ساتھ بڑا گہرا شغف رکھتی تھیں۔ وہ دن کو روزہ رکھتیں اور رات کو قیام کا اہتمام کرتیں اور کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کرتیں۔ تلاوتِ قرآن مجید کے ساتھ قرآن فہمی پر بھی خاص توجہ دیتیں۔ اگر کہیں کسی آیت کے سمجھنے میں مشکل کا شکار ہوتیں تو بلا جھجک بارگاہِ رسالت میں سوال کر دیتیں۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں امید رکھتا ہوں کہ ان لوگوں میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے گا جو بدر اور حدیبیہ میں شریک تھے۔'' یہ سن کر سیدہ حفصہ ؓ نے کہا: لیکن قرآن تو یوں کہتا ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا﴾ ''تم میں سے ہر شخص جہنم پر وارد ہوگا۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ٹھیک ہے، لیکن اس سے اگلی آیت بھی دیکھو: ﴿ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا﴾ ''پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا چھوڑ دیں گے۔'' (مریم 72,71:19) قرآن مجید کے ساتھ ان کی یہ والہانہ محبت تادمِ زیست قائم رہی۔ اور آج جس قرآن مجید سے ہم تلاوت کرتے ہیں وہ سیدہ حفصہ ؓ کے قرآنی نسخے ہی سے تیار شدہ ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے دور میں قرآن مجید کو جمع کیا گیا۔ یہ کام سیدنا زید بن ثابت ؓ اور ان کے رفقاء نے انجام دیا۔ انھوں نے مختلف اوراق، سفید پتھر کے ٹکڑوں، کھجور کی چوڑی چکلی شاخوں پر لکھی ہوئی آیات اور سورتوں سے قرآن مجید کے اجزا اکٹھے کر کے ایک نسخہ تیار کیا۔ پھر اس نسخے کا موازنہ اور مقابلہ ان لوگوں سے کیا جن کے سینوں میں قرآن محفوظ تھا اور جو باقاعدہ اس کے حافظ تھے۔ اب قرآن مجید کا یہ نسخہ ہر اعتبار سے بدرجہ غایت مکمل، مستند اور قابلِ اعتماد تھا۔ درحقیقت یہ نسخہ نبی کریم ﷺ کے سامنے تیار کیے گئے اور موازنہ کیے گئے نسخے کی نقل تھا۔ اسی بنا پر تمام اسلامی ممالک میں اس کی نقلیں بھجوائی گئیں۔ اصل نسخہ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ کے پاس رہا۔ ان کی وفات کے بعد یہ نسخہ سیدنا عمر فاروق ؓ کے پاس آ گیا۔ جب وہ بھی اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے تو یہ نسخہ ان کی بیٹی سیدہ حفصہ ؓ کے حصے میں آ گیا۔ سیدنا عثمان ؓ نے اپنے دور خلافت میں جب مسلمانوں کی آبادی کی کثرت کے پیش نظر قرآن مجید کے مزید نسخے تیار کر کے اسلامی ممالک میں بھیجنے کا ارادہ کیا تو سیدہ حفصہ ؓ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ ہمیں اپنا نسخہ عنایت فرما دیں تا کہ ہم اس سے مزید نسخے تیار کرا لیں، بعد میں یہ نسخہ آپ کو واپس کر دیا جائے گا۔ چنانچہ سیدہ حفصہ ؓ نے اپنا قرآنی نسخہ سیدنا عثمان ؓ کے حوالے کر دیا اور انھوں نے مختلف قراء صحابہ کو قرآن مجید کے مزید نسخے تیار کرنے کی ذمہ داری سونپی، چنانچہ قراء کی اس جماعت نے سیدہ حفصہ ؓ کے نسخے کو متعدد نسخوں کی صورت میں نقل کر لیا اور یہ تمام نسخے سرکاری طور پر مملکت اسلامیہ کے مختلف گوشوں میں بھجوا دیے گئے اور سیدنا حفصہ ؓ کو ان کا نسخہ واپس کر دیا گیا۔ اس سے اندازہ کیجیے کہ سیدہ حفصہ ؓ کو قرآن مجید کے ساتھ کتنی گہری محبت تھی۔

سیدہ حفصہ اور سیدہ عائشہ ؓ کی طرح سیدہ ام سلمہ ؓ کو بھی قرآن مجید کے ساتھ بڑا گہرا لگاؤ تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہنا اور نوافل کا اہتمام کرنا ان کا خاص وصف تھا۔ تلاوتِ قرآن مجید کے ساتھ قرآن فہمی اور عمل بالقرآن بھی ان کا خصوصی ذوق وشوق تھا۔ قرآن سے گہرے لگاؤ اور قلبی تعلق ہی کا نتیجہ تھا کہ ان کا شمار صائب الرائے اور علمِ اسرار سے پوری طرح واقف چند خواتین میں ہوتا تھا۔ قرآن مجید کے ساتھ ان کے تعلق اور محبت کا اندازہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی کئی آیات ان کے سوالوں کے جواب کی صورت میں نازل ہوئی ہیں، مثلاً: ایک بار انھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! مرد جہاد میں حصہ لیتے ہیں اور شہادت پاتے ہیں، ہم عورتیں ان فضیلت والے کاموں سے محروم ہیں، ہماری وراثت بھی مردوں سے نصف ہے۔ اس پر سورۃ النساء کی آیت 32 نازل ہوئی۔ اسی طرح ایک موقع پر سیدہ ام سلمہ اور نو دیگر خواتین نے بارگاہِ نبوی میں عرض کی کہ کیا بات ہے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ہر جگہ

مردوں ہی سے خطاب فرماتا ہے، عورتوں سے نہیں؟ اس پر سورۃ الاحزاب کی آیت: 35 نازل ہوئی۔ اس سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قرآن مجید سے شغف، محبت اور لگاؤ کا اندازہ کیجیے۔ یہ تینوں امہات المومنین پورے قرآن مجید کی حافظہ تھیں۔

امہات المومنین کے علاوہ سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا بھی پورے قرآن مجید کی حافظہ تھیں۔ ہجرت نبوی کے بعد شرفِ اسلام اور بیعتِ نبوی سے بہرہ ور ہوئیں۔ اس کے بعد انھوں نے بڑے ذوق وشوق سے آپ ﷺ سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ علامہ ابنِ اثیر نے لکھا ہے کہ انھوں نے مکمل قرآن مجید حفظ کر رکھا تھا۔ عبادات سے بڑا شغف تھا۔ چونکہ قرآن مجید پڑھی ہوئی تھیں، اس لیے نبی کریم ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں (عورتوں) کی امامت کرایا کریں۔ آپ ﷺ نے ان کے لیے ایک مؤذن بھی مقرر کر دیا تھا جس کی آواز سن کر خواتین نماز کی ادائیگی کے لیے ام ورقہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلی آتی تھیں۔

(سنن أبي داود:592,591)

سیدہ ام یعقوب رضی اللہ عنہا کا شمار بھی ان صحابیات میں ہوتا تھا جنھوں نے مکمل قرآن حفظ کر رکھا تھا۔ بلکہ فہمِ قرآن پر خاصا عبور حاصل کر رکھا تھا۔ ایک دفعہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے گودنے والیوں پر، گدوانے والیوں پر، بال نوچنے والیوں پر، حسن کے لیے دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنے والیوں پر لعنت کی ہے۔'' سیدہ ام یعقوب رضی اللہ عنہا کو اس کا پتہ چلا تو فوراً ان کے ہاں حاضر ہوئیں اور عرض کی: آپ نے یہ یہ بات کہی ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں اس پر کیوں لعنت نہ کروں جس پر اللہ کے رسول نے لعنت فرمائی ہے اور قرآن مجید میں بھی یہ لعنت موجود ہے۔ وہ کہنے لگی: میں نے تو شروع سے آخر تک سارا قرآن پڑھا ہے، مجھے تو یہ مسئلہ نہیں ملا۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اگر تو نے قرآن پڑھا ہوتا تو تمھیں ضرور یہ مسئلہ مل جاتا۔ کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی: ﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ ''رسول اللہ ﷺ تمھیں جو دے دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں، اس سے رک جاؤ۔'' (الحشر 7:59) اس نے کہا: جی ہاں، پڑھی ہے۔ (صحیح البخاري: 5948، و صحیح مسلم: 2125) اندازہ کیجیے کہ اس خاتون کو کس قدر فہم قرآن حاصل تھا۔ اور قرآن مجید کی تفہیم کا کس قدر شوق تھا کہ وہ فوراً سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس صحابیہ کا نام اور حالاتِ زندگی تو معلوم نہیں ہو سکے، تاہم سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا یوں مکالمہ کرنا اس حقیقت کی عکاسی کرتا ہے کہ اسے (قرآن مجید سے) گہری واقفیت حاصل تھی۔

(فتح الباری:10/458)

بعض صحابیات کا ذوقِ قرآن بڑا عجیب تھا۔ وہ امور خانہ داری میں مصروف ہوتیں تو ان کا دل قرآن سننے اور اسے محفوظ کرنے میں مشغول ہوتا۔ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ ام ہشام رضی اللہ عنہا کے ذوقِ قرآنی کی داد دیجیے..... وہ بیان کرتی ہیں کہ ایک، دو یا چند ماہ ہمارا اور رسول اللہ ﷺ کا تنور ایک ہی رہا۔ رسول اللہ ﷺ خطبۂ جمعہ ارشاد فرماتے اور سورۂ قٓ کی تلاوت کرتے۔ سیدہ ام ہشام تنور پر روٹیاں لگانے کے ساتھ توجہ سے یہ سورت سنتیں اور اسی طرح انھوں نے سن کر ہی پوری سورت قٓ یاد کر لی۔

(صحیح مسلم:873)

سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی بھی علوم قرآن میں گہری دلچسپی رکھتی تھیں۔ فہمِ قرآن میں انھیں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ جلیل القدر تابعی حضرت داد بن حصین کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے ان کے سامنے قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت 33 تلاوت کی تو انھوں نے میری اصلاح کی اور اس آیت کا شانِ نزول بھی بتایا۔ (سنن أبي داود: 2923)

صحابیات کو قرآن مجید سے جیسا قلبی تعلق اور والہانہ محبت تھی اس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔ کیا دنیا ایسی مثال پیش کر سکتی ہے کہ ایک خاتون نے خود کو شادی کے لیے رسول اللہ ﷺ پر پیش کیا، آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو ایک صحابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! اگر آپ کو ضرورت نہیں تو اس کا نکاح میرے ساتھ کر دیں۔ آپ نے اس صحابی کے گھریلو حالات معلوم کیے تو اس کے پاس بطورِ حق مہر دینے کے لیے کچھ نہ تھا۔ پوچھا: کیا تمھیں قرآن کا کچھ حصہ یاد ہے؟ اس نے کہا: فلاں فلاں سورت مجھے ازبر ہے۔ فرمایا: کیا تو ان کی زبانی تلاوت کر سکتا ہے؟ اس نے کہا: جی

ہاں۔ فرمایا: ''جاؤ میں نے اس قرآنی حق مہر کے عوض اسے تمھاری ملکیت میں دے دیا ہے۔'' (صحیح مسلم: 1425) قربان جایئے، اس پاکباز خاتون کی محبتِ قرآن پر کہ اس نے ایک بار بھی اس مہر کے حوالے سے لب کشائی کی ہو، بلکہ اسے دل و جان سے قبول کرلیا جو اس کی محبتِ قرآن کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ذرا اس خاتون کا بھی قرآن مجید سے لگاؤ اور فہم ملاحظہ کیجیے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں ارشاد فرمایا: ''لوگو! تم نے کیوں لمبے چوڑے حق مہر باندھنے شروع کر دیے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ نے تو صرف چار سو درہم حق مہر باندھا ہے۔ اگر یہ چیز تقویٰ اور کرامت میں زیادتی کا باعث ہوتی تو تم زیادہ حق مہر ادا کرنے میں بھی ان سے سبقت نہیں لے جا سکتے تھے۔ خبردار! آج کے بعد میں کسی کے متعلق نہ سنوں کہ اس نے اس سے زیادہ حق مہر مقرر کیا ہے۔'' خطبہ ارشاد فرما کر آپ نیچے اترے اور ایک قریشی خاتون نے آپ کا راستہ روک لیا اور کہنے لگی: امیر المومنین! آپ نے چار سو درہم سے زیادہ حق مہر مقرر کرنے سے روک دیا ہے، کیا آپ نے اللہ کا نازل کردہ کلام نہیں سنا؟ پوچھا: وہ کیا ہے؟ کہا: ارشادِ الٰہی ہے: ﴿وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا﴾ ''اگر تم ان میں سے کسی کو (بطور مہر) خزانہ بھی دے دو تو اسے واپس نہ لو۔'' (النسآء 4:20)

امیر المومنین! اللہ تعالیٰ تو خزانہ دینے کی اجازت بھی دیتا ہے جبکہ آپ چار سو درہم سے زیادہ پر پابندی عائد کر رہے ہیں۔ اس خاتون کے اچھوتے استدلال پر ماہر قرآن سیدنا فاروق اعظم بھی عَش عَش کر اٹھے، فوراً اپنی غلطی تسلیم کی، دوبارہ منبر پر چڑھے اور اس پابندی کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔

(تفسیر ابن کثیر، النسآء 4:20)

اس خاتون کا یہ اچھوتا استدلال اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ اسے قرآن مجید پر گہرا عبور حاصل تھا، اس نے غور و تدبر کے ساتھ قرآن مجید پڑھ رکھا تھا۔

صحابیات کی طرح تابعیات میں بھی ایسی کئی درخشندہ مثالیں موجود ہیں۔ مضمون کی طوالت کے پیش نظر صرف ایک مثال پیشِ خدمت ہے۔ سیدہ حفصہ بنت سیرین، یہ امام تعبیر الرؤیا (خوابوں کی تعبیر کے امام) محمد بن سیرین کی بہن ہیں، بارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر چکی تھیں۔ 14 سال کی عمر میں قرآن کے معانی و مطالب پر بھی خاصی دسترس حاصل کر لی تھی۔ یہاں تک کہ فن تجوید اور فن قراءت میں بھی کمال حاصل کر لیا تھا۔ ہشام راوی کا بیان ہے کہ جب کبھی ان کے بھائی محمد بن سیرین کو قراءت میں کسی مقام پر شبہ لاحق ہوتا تو وہ اپنے شاگردوں سے کہتے: ''ذرا ٹھہرو، میں حفصہ سے دریافت کر کے آتا ہوں۔'' اس سے اندازہ لگایئے کہ فنِ قراءت میں انھیں کس قدر کمال حاصل تھا۔ علومِ قرآن پر دسترس کا عالم یہ تھا کہ کبار تابعین تحصیل علم کے لیے ان کے ہاں حاضری دیتے تھے حتی کہ مشہور قاضی اور فقیہ ایاس بن معاویہ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے: «مَا أَدْرَكْتُ أَحَدًا أُفَضِّلُهُ عَلَى حَفْصَةَ» ''میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جسے میں حفصہ پر فوقیت دے سکوں۔'' (تہذیب التہذیب: 410/12) قرآن مجید سے ان کے شوق کا عالم یہ تھا کہ ہر رات کو تہجد میں نصف قرآن ختم کر لیتی تھیں۔ (صفة الصفوة لابن الجوزی: 26/4)

بعد کے ادوار میں بھی ایسی تابندہ مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ علامہ شمس الدین جزری امام القراء ہیں۔ عالم اسلام میں فنِ قراءت و تجوید کے سب سے بڑے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ ان کی بعض تجویدی کتب مدارس دینیہ کے نصاب میں اب بھی داخل ہیں۔ ان کی صاحبزادی تھی سلمٰی، بلا کی ذہین و فطین تھی۔ انھوں نے اپنی صاحبزادی کو فن تجوید و قراءت کی تعلیم دی۔ پہلے قراءات سبعہ (قرآن مجید کی متفق علیہ سات قراءتوں) کی تعلیم دی۔ پھر قراءت عشرہ (دس قراتوں، سات کے علاوہ مزید تین قراء کی قراءتوں کی) تعلیم دی۔ ان کے حافظے کا عالم یہ تھا کہ وہ پورا قرآن مجید قراءات سبعہ کے مطابق اور پھر قراءات عشرہ کے مطابق سنا دیتی تھیں۔ حتی کہ ان کے زمانے میں کوئی دوسرا قاری فنِ تجوید و قراءات میں ان کا ہم پلہ نہ تھا۔

معروف عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی بیگم ملکہ زبیدہ کو بھی قرآن مجید سے گہرا لگاؤ تھا۔ اس کے محل میں ایک سو کنیزیں تھیں جو روزانہ تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول رہتی تھیں۔ محل سے اس وقت مکھیوں کی

بھنبھناہٹ کی سی آواز آتی رہتی تھی۔ کسی وقت بھی یہ آواز ختم نہ ہوتی تھی۔

شاہانِ مغلیہ کی خواتین میں بھی یہ قرآنی ذوق جا بجا دکھائی دیتا ہے۔ افسوس کہ ہماری خواتین اتنی نزدیک کی تاریخ بھی بھول چکی ہیں۔ اس دور کی چند روشن مثالیں ملاحظہ ہوں:

امیر کبیر عبدالرحیم خانخاناں کی اکلوتی بیٹی تھی جاناں بیگم۔ حسن و جمال کے ساتھ علم و فضل میں بھی اعلیٰ مرتبے پر فائز تھی۔ اکبر کے بیٹے دانیال سے اس کی شادی ہوئی۔ دانیال کے انتقال کے بعد مزید شادی نہ کی۔ قرآن مجید سے گہری عقیدت تھی۔ اسی عقیدت کا ثمرہ تھا کہ اس نے فارسی میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ 1070ء میں اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئیں۔

عظیم مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی دختر تھیں زیب النساء بیگم۔ 1634ء میں پیدا ہوئیں۔ بڑی عابدہ، زاہدہ، متقی اور پرہیز گار خاتون تھی۔ قرآن مجید کی تلاوت سے خاص لگاؤ تھا۔ جلد ہی ایک استانی مریم بی بی سے قرآن مجید حفظ کر لیا۔ قرآن سے اس قدر والہانہ محبت تھی کہ دنیاوی زیبائش و آرائش بالکل پسند نہ تھی۔ شہزادی ہو کر بھی بڑی سادگی کی زندگی بسر کی۔ اس کا اپنا شعر ہے ؎

دخترِ شاہم ولیکن راہِ فقر آوردہ ام
زیب و زینت بس ہمیں است نام من زیب النساء است

''بیٹی میں بادشاہ کی ہوں مگر میں نے فقر اختیار کر رکھا ہے۔ میری زیب و زینت بس اسی قدر ہے کہ میرا نام زیب النساء ہے۔''

پنجاب کے آخری مغل گورنر نواب عبدالصمد عرف میر منو کی بیٹی اور نواب زکریا کی بہن تھی شرف النساء بیگم۔ یہ بھی بڑی عابدہ زاہدہ خاتون تھی۔ تلاوتِ قرآن مجید سے خاص لگاؤ تھا۔ اپنے محل میں ایک چبوترے پر بیٹھ کر بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ گھنٹوں تلاوت میں منہمک رہتی تھی۔ مرنے کے قریب اس نے وصیت کی تھی کہ میری قبر پر ایک قرآن مجید اور ایک تلوار رکھ دی جائے۔ اس کا مقبرہ سرو والے مقبرے کے نام سے آج بھی لاہور میں موجود ہے۔ (یہ غالباً بیگم پورہ کے علاقے انجینئرنگ یونیورسٹی کے نواح میں ہے۔) 1840ء تک قرآن مجید اور تلوار اس کی قبر پر رکھے رہے۔ سکھ گردی میں کسی نے دونوں چیزیں اڑا لیں۔ شاعر مشرق نے اس کی وصیت کو فارسی میں یوں نظم بند کیا ہے ؎

ایں دو قوت حافظ یک دیگر اند
کائناتِ زندگی کا محور اند
وقتِ رخصت از تو دارم ایں سخن
تیغ و قرآں را جدا از من مکن
مومناں را تیغ با قرآں بس است
تربتِ ما را ہمیں ساماں بس است

''یہ دو قوتیں ایک دوسرے کی محافظ ہیں۔ یہی دونوں انسانی زندگی کا محور ہیں۔ مرتے وقت میری آپ کو یہ وصیت ہے کہ میری قبر سے قرآن مجید اور تلوار کو جدا نہ رکھنا۔ مومن کے لیے تلوار اور قرآن ہی کافی ہے۔ اس لیے میری تربت (قبر) کے لیے بھی یہی سامان کافی ہے۔''

سلطان غیاث الدین خلجی مالوہ (وسطی ہندوستان) کا حکمران تھا۔ شادی آباد (نزد اندور) اس کا دارالحکومت تھا۔ بڑا متقی اور تہجد گزار بادشاہ تھا۔ اس کے دربار میں کسی غیر شرعی کام کی اجازت نہ تھی۔ بقول ''تاریخِ فرشتہ'' اس محل سرا میں ایک ہزار کنیزیں تھیں جو قرآن مجید کی حافظہ اور قاریہ تھیں۔ وہ ہر دم قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول رہتی تھیں۔ جتنی دیر میں بادشاہ اپنا شاہی لباس تبدیل کرتا تھا، اتنے عرصے میں یہ حافظات پورا قرآن ختم کر لیتی تھیں۔ نیز یہ کنیزیں تہجد کا اہتمام بھی کرتی تھیں۔

حیدر آباد دکن کی ایک فاضل خاتون تھیں قیصری بیگم۔ عربی زبان اور دیگر اسلامی علوم پر خاصا عبور حاصل تھا۔ قرآن مجید سے اسے خاص طور پر شغف تھا۔ انھوں نے قرآن مجید کی آیات کو مضامین کے لحاظ سے مرتب کیا اور کتاب کا نام تفہیم القرآن رکھا۔

قرآن مجید کی شائق اور محبت قرآن سے سرشار تاریخ اسلام کی چند بیٹیوں کی تصویریں دور حاضر کی خواتین کو دکھانے کی حقیری کوشش کی ہے۔ آج بھی اگر ہماری بہنیں بیٹیاں اسلاف کی ان خواتین کو اپنی زندگی کا نمونہ بنا لیں تو انھیں معلوم ہوگا کہ دینداری، خدا ترسی، عفت و پاکدامنی اور اصلاح و تقویٰ کے ساتھ وہ دنیا میں کیونکر نباہ کر سکتی ہیں۔ اور دنیا و آخرت دونوں کی سعادتوں کو اپنے آنچل میں کیسے سمیٹ سکتی ہیں۔



''اسلام پھیل رہا ہے'' عالمی بشپ کانفرنس میں پادریوں کا ہنگامہ

رومن کیتھولک عیسائیوں کے دنیا بھر سے آئے ہوئے کارڈینیل اکتوبر 2012ء میں مجلس کلیسا کے اجلاس میں ''اسلام کا یورپ میں پھیلاؤ'' کے موضوع پر فیچر فلم دکھانے پر ناراض ہو گئے، کارڈینیل پیٹر ترکسن کی جانب سے ''مسلم آبادی کے پھیلاؤ'' کے عنوان سے یوٹیوب پر 2009ء سے موجود سات منٹ کی فلم دکھانے پر بین الاقوامی بشپ کانفرنس میں ہنگامہ ہوگیا۔ اجلاس میں 262 بشپ شریک ہیں۔ اٹلی کے مسلمانوں کی تنظیم کے نائب صدر یحییٰ پلاوسنی نے عیسائیوں سے کہا کہ ہمیں (مسلمانوں وعیسائیوں کو) آبادی میں اضافے یا کمی کے معاملے پر ایک دوسرے سے الجھنے کی بجائے مشترکہ چیلنجوں پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ بطور بھائی اور ایک ہی خدا کے پیروکار ہونے کے تناظر میں یہ ہماری مشترکہ ذمہ داری ہے، واضح رہے کہ Muslim Demographis کے عنوان سے اس فلم میں دکھایا گیا ہے کہ فرانس صرف 39 سال میں اسلامی جمہوریہ بن جائے گا۔ امریکہ کے ایک تحقیقی ادارے پیو (PEW) ریسرچ سینٹر کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ 2030ء تک دنیا میں مسلمان دوارب بیس کروڑ ہوجائیں گے۔

امریکہ کی زوال پذیر معیشت

دنیا کی سب سے بڑی معیشت کا اعزاز رکھنے والے امریکہ کی دیگر عالمی معیشتوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت کم ہورہی ہے۔ گوکہ امریکہ اب بھی جدت پسندی کے معاملے میں باقی دنیا سے آگے ہے لیکن تیزی سے بڑھتے مالیاتی خسارے پر قابو پانے میں امریکی سیاست دانوں کی ناکامی اور وسائل نہ ہونے کے باوجود سرکاری اخراجات میں اضافے کے باعث امریکہ کی معاشی مسابقت میں کمی آرہی ہے۔ مختلف ممالک کی معیشتوں کی مسابقتی صلاحیت کے بارے میں ایک تازہ رپورٹ کے مطابق امریکہ دو درجے تنزلی کے بعد ساتویں نمبر پر آگیا ہے اور یہ مسلسل چوتھا سال ہے جب امریکہ میں تنزلی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

امریکہ میں بے روزگاری کی شرح آٹھ فیصد سے زیادہ ہے۔ 2001ء کے بعد اب تک امریکہ میں پچاس ہزار سے زیادہ فیکٹریاں بند ہوچکی ہیں۔ آج اس ملک میں دو کروڑ پچاس لاکھ افراد ایسے ہیں جنھیں کوئی معقول کام نہیں ملتا۔ علاوہ ازیں امریکہ چین کا تین ٹریلین ڈالر کا مقروض ہے۔

امریکی فوج کی غیر اخلاقی حرکات

دنیا کے مختلف ممالک میں قائم امریکی فوجی اڈوں میں تعینات فوجیوں کی جانب سے زیادتی کے واقعات میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ جاپان کے جزیرے اوکی ناوا میں ماہ اکتوبر میں دو جاپانی خواتین کے ساتھ امریکی فوجیوں کی زیادتی کے واقعہ پر جاپان میں شدید احتجاج کیا گیا ہے جبکہ امریکی فوجی اڈوں کے خاتمے کے مطالبے میں شدت پیدا ہورہی ہے۔ جاپان کے وزیر اعظم یوشیکا نوڈا نے امریکہ کو خبردار کیا ہے کہ اس طرح کے انسانیت سوز واقعات سے دونوں ممالک کے تعلقات متاثر ہوں گے۔ قبل ازیں عراق، افغانستان اور فلپائن میں بھی امریکی فوجی اڈوں میں اس



طرح کے واقعات رونما ہو چکے ہیں۔

افغانستان: چند امید افزا اشارے

طالبان کے سربراہ ملا محمد عمر بعض حوالوں سے انفرادی حیثیت کے حامل لیڈر ہیں۔ افغانستان کے حکمران بنے لیکن ایک روز کے لیے بھی کابل کے قصرِ صدارت میں گزارنا گوارا نہیں کیا اور حسب سابق قندھار میں واقع اپنے سادہ ڈیرے سے حکومت چلاتے رہے۔ وہ ٹی وی سکرین پر نظر آئے اور نہ کبھی قوم سے خطاب کیا لیکن طالبان کے زیر قبضہ علاقوں میں ان کے حکم پر پلک جھپکتے عمل کیا جاتا تھا اور طاقتور سے طاقتور آدمی بھی سرتابی کا سوچ نہیں سکتا تھا۔ گزشتہ گیارہ سال سے وہ عالم روپوشی میں طالبان کی قیادت کر رہے ہیں۔

عید الاضحیٰ کے موقع پر انھوں نے جو پیغام جاری کیا ہے، اس سے طالبان کی سوچ اور حکمت عملی کی تبدیلی کی عکاسی واضح ہوتی ہے۔ اس پیغام کے ذریعے عالمی برادری اور افغان عوام کے خدشات کو رفع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس بیان میں واضح کر دیا گیا ہے کہ ہم قبضہ گیری کا ارادہ رکھتے ہیں اور نہ خانہ جنگی کی فکر میں ہیں، اور سب کو ساتھ لے کر چلنا چاہتے ہیں۔

پاکستانی معیشت

آج قوم ایک مشکل ترین دوراہے پر کھڑی ہے۔ وطن عزیز کی معیشت اس دگرگوں حال کو راتوں رات نہیں پہنچی ہے بلکہ پانچ سالوں کے دوران خراب معاشی نظم ونسق نے معیشت کو تباہ کرنے اور ملک کو ہر نوعیت کے خارجی دباؤ کے سامنے لاڈالنے میں اپنا کردار ادا کیا ہے۔ خراب گورننس سے سرمایہ کاروں کا اعتماد ختم ہوگیا ہے جس کا نتیجہ سرمایہ کاری میں زوال، معیشت کی تباہی، بڑھتی ہوئی بے روزگاری اور توانائی کے شعبے کو غلط انداز سے چلانے کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔

یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ پاکستان کو دیوالیہ ہونے کے خطرات درپیش ہیں۔ مرکزی بینک کے زرمبادلہ کے 99 ارب کے ذخائر کو مدنظر رکھتے ہوئے قرضوں کی ادائیگی کا بحران سر پر کھڑا ہے۔ پاکستان کے فوری اور ابھرتے ہوئے قرضوں کی ادائیگیوں کے بحران کو دیکھتے ہوئے ہمارے پاس ایک بیل آؤٹ پروگرام کے لیے آئی ایم ایف کے پاس جانے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ مگر نظر یہ آرہا ہے کہ آئی ایم ایف ہمارے ساتھ ہماری شرائط پر تعاون کرنے سے انکار کر دے گی۔

پاکستانی مصور کے فن پارے مکہ میوزیم میں

ایک پاکستانی مصور لطیف سہو کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہوا ہے کہ اس کے قرآنی خطاطی کے چار انتہائی نادر، دیدہ زیب فن پارے حج کے مبارک موقع پر مکہ میوزیم کے لیے بطور تحفہ قبول کر لیے گئے ہیں۔ یہ اس لیے بہت اہم بات ہے کہ اس میوزیم میں مسجد نبوی ﷺ اور خانہ کعبہ کے علاوہ کوئی نوادرات نہیں رکھی جاتیں۔

کرسمس...!

کرسمس (Christmass) دو الفاظ Christ اور Mass کا مرکب ہے۔

Christ مسیح کو کہتے ہیں اور Mass اجتماع، اکٹھا ہونا، یعنی مسیح کے لیے اکٹھا ہونا مسیحی اجتماع یا میلاد مسیح۔

یہ لفظ تقریباً چوتھی صدی عیسوی کے قریب قریب پایا گیا اس سے پہلے اس لفظ کا استعمال کہیں نہیں ملتا۔

دنیا کے مختلف خطوں میں کرسمس کو مختلف ناموں سے یاد کیا اور منایا جاتا ہے۔ اسے یول ڈے نیٹوئی اور نوائل جیسے ناموں سے بھی منایا جاتا ہے۔ (نوائے وقت، 27 دسمبر 2005ء)

4 صدیوں تک 25 دسمبر تاریخ ولادتِ مسیح علیہ السلام نہیں سمجھی جاتی تھی۔ 530ء میں سیتھیا کا ایک راہب ڈایونیس اکسیگز نامی جو منجّم (ستاروں کا علم رکھنے والا) بھی تھا۔ تاریخ ولادت مسیح کی تحقیق اور تعین کے لیے مقرر ہوا۔ سو اُس نے حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت 25 دسمبر مقرر کی۔ کیونکہ مسیح علیہ السلام سے پانچ صدی قبل 25 دسمبر مقدس تاریخ تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخ پیدائش نہ تو انجیل سے ثابت ہے اور نہ ہی کسی اور مستند ذریعے سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدائی تین صدیوں تک میلاد مسیح علیہ السلام کو منانا، مشرکانہ اور بت پرستانہ فعل سمجھا جاتا تھا۔ بعدازاں مختلف چرچوں کی طرف سے اس خود ساختہ رسم کی روک تھام کے لیے متعدد احکامات بھی جاری کیے گئے۔



15 فلسطینی "ملالائیں" اور 43 بچے مسلم دنیا سے اپنا حق مانگتے ہیں



چیف ایڈیٹر

حالیہ اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں 163 فلسطینیوں نے جام شہادت نوش کیا جن میں 51 خواتین اور 43 معصوم بچے شامل تھے۔ ضیائے حدیث ان 15 شہیدات اور بعض معصوم بچوں کے نام شائع کرنے کا اعزاز حاصل کررہا ہے۔ جنہیں 14 نومبر 2012ء سے 21 نومبر 2012ء کے دوران شہید کیا گیا۔ یہ وہ معصوم اور مظلوم مسلمان بہنیں اور معصوم و بے خطا بچے ہیں جن کا قصور مسلمان ہونے کے سوا کچھ نہ تھا۔ کیا ان معصوم بچوں اور مظلوم خواتین کا یہ حق نہیں کہ وہ مسلم دنیا سے اپنے حقوق طلب کریں۔

①رنان یوسف جلال عرفات ②بة عادل المشهَراوي الترک ③نين خالد طافش ④ رانی حماد ⑤تحرير زياد سلمان ⑥ سماهر خليل محمود قديح ⑦ سعدية محمد الديب ⑧سهيلة محمود ياسين الدلو ⑨سماح عبدالحميد إسحاق الدلو ⑩تهانی حسونة أحمد الدلو ⑪ سارة محمد الدلو ⑫ جمانة سلامة إبراييم أبو سعَيفان ⑬ نوال فرج محمود عبدالعال ⑭ تسنيم زهير محمود النحال ⑮ سحر فادي أسعد أبوزور ⑯ نسمة حلمي سالم أبوزور ⑰ راما الشندي ⑱رنين جمال الدل ⑲أميرة نصر ⑳ ريهام النباين ㉑نضال حسان ㉒ هديل العسلي۔

ایک ملالہ کے لیے چیخ و پکار کرنے والوں سے یہ سوال ہے کہ کیا ان بیٹیوں اور بچوں کو محض مسلمان گھرانوں میں پیدا ہونے کی وجہ سے قتل کردینا انسانیت کے خلاف بھیانک اور سنگین جرم نہیں ہے۔ پاکستانی میڈیا اس پر نہایت مکاری کے ساتھ خاموش کیوں ہے۔ کیا انھوں نے ظالم کی مذمت کرنے اور مظلوم کی حمایت کرنے کا کام ترک کردیا ہے۔